REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۱ — شمارہ ۳۵

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم

اسسٹنٹ:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- ۱۰ پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان — ۱۴۳۵۱۶

۲۷ ر صفر ۱۴۱۳ ہجری   ۲۷ ر ظہور ۱۳۷۱ ہش   ۲۷ ر اگست ۱۹۹۲ء

اخبارِ احمدیہ

بفضلہٖ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لندن میں بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدللہ۔

احبابِ کرام پیارے آقا کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر رہے۔ اور روح القدس سے آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ آمین ٭

ولایت کی حقیقت یہی ہے کہ بہ نسبت اوروں کے بہت دعائیں قبول ہوں!!

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"ایک عارف اور کامل انسان اُس وقت مکالمہ الٰہیہ کے لئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے جب وہ دردمند ہو کر آستانۂ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر ایک طرف سے منقطع ہو کر اس موافقت اور مصادقت کو جو اس کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور نیا جوش دیتا ہے اور دردناک رُوح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد کے لئے التجا کرتا ہے تب خدا تعالیٰ اُس کی سُنتا ہے۔ اور اُسے تودّد اور محبت کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اور اُس پر رحم کرتا ہے اور اُس کی دُعاؤں کو اکثر قبول فرمالیتا ہے۔ آجکل کے بعض مُلحدانہ خیال والے جو یورپ کے فلسفہ اور نیچر کے تابع ہو گئے ہیں اور اجابت اور قبولیتِ دُعا سے منکر ہیں اُن کے یہ خیالات سراسر باطل ہیں کہ قبولیتِ دُعا کچھ چیز نہیں اور تحصیلِ مرادات کے لئے دُعا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کی درخواستیں گو کیسے ہی مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر بہ پایۂ اجابت پہنچتی ہیں۔ اور درحقیقت ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو بہ نسبت اوروں کے بہت دُعائیں قبول ہوں۔ کیونکہ ولی خدا تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے اور خالص دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستیں اس کی قبول کی جائیں۔ پس جو شخص کہتا ہے کہ دُعا قبول ہونے کے اس سے زیادہ اور کچھ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ تک اُس کی آواز پہنچ جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ جان لیتا ہے کہ اس نے دُعا کی ہے۔ ایسا شخص مسخرہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور اُس کے دین سے محض بیگانہ ہے۔ اگر صرف دُعا کا سُن لینا اجابت میں داخل ہے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہیں تو پھر ہر یک کہہ سکتا ہے کہ میری دُعا رد نہیں ہوئی۔ کیونکہ اگر اجابت سے مطلب صرف اطلاع یہ دُعا ہے تو پھر کون شخص ہے جس کی دُعا سے خدا تعالیٰ بے خبر رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ جلّشانہٗ بباعث اپنی صفت علیم اور خبیر اور سمیع ہونے کے ہر یک بات کو سُنتا ہے۔ اور ہر یک شخص کی آواز اُس تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر ایسے سُننے میں مومن اور غیر مومن کی دُعا میں فرق کیا ہے۔ اور یہ کہنا کہ مومن کو لبیک کہتا ہے اور دُوسرے کو نہیں یہ کیونکر ثابت ہو جب کہ اصل محرومی میں مومن اور غیر مومن دونوں مساوی ہیں تو ایک کافر بھی کہہ سکتا ہے کہ میری دُعا پر لبیک کہا گیا ہے۔ تو اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ نہیں کہا گیا۔ اور ایسی بے معنی لبیک کا فائدہ کیا۔ بلکہ مومن کی دُعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔ اور اگر قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبانہ مکالمہ کے اس پر اطلاع دی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے، سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی کرتا ہے۔ اور ہر یک مصیبت کے وقت اُسے سنبھالتا ہے۔ اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر تمام دُنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف تو فتح مومن ہی کو دیتا ہے۔ اور اُس کی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے۔ دُشمن کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اور نابدید ہو جائے پر وہ دُشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے اور اس کی بد دُعائیں اُسی کے سر پر مارتا ہے۔ یہ مومن کی دُعا کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس کی دُعاؤں کو قبول کر کے وہ خوارق دکھلاتا ہے جن سے دُنیا حیران ہو جاتی ہے۔ کرامت کیا چیز ہے؟ مومن کی دُعا جو قبول ہو کر ایک نہایت مشکل اور بعید از عقل کام کو پورا کر دیتا ہے۔ اور تمام خلقت کو ایک حیرت میں ڈالتی ہے۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔ نادان ہے وہ شخص جو ایسا خیال کرتا ہے۔ بیوقوف ہے وہ فلسفی جو ایسا سمجھتا ہے۔ یہ دعوٰے بے دلیل نہیں، اس پر میرے پاس کھلے کھلے دلائل اور نہایت روشن براہین ہیں۔ جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھتا ہے تا آفتاب نظر نہ آوے وہ کیونکر روشنی کو دیکھ سکتا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۴۱-۲۴۵)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بورڈ بدر قادیان

اُمّ المؤمنین کی اِصطلاح
اور
ایک دُرستی

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا (حرم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کے وصال پر جو تعزیت کے خطوط حضور انور ایدہ اللہ کو ملے اُن میں اِکاّ دُکاّ خط ایسے بھی تھے جن میں حضرت سیدہ مرحومہ کے لئے "مومنوں کی ماں" کا لقب استعمال کیا گیا تھا جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت پر سخت گراں گزرتا تھا۔ لہٰذا آپ نے مکرم منیر احمد صاحب جاوید کو بُلا کر منسلکہ نوٹ DICTATE کروایا ہے۔ موصوف نے یہ نوٹ حسب ارشاد اخبار میں اشاعت کی غرض سے بھجوایا ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ ——— (ادارہ)

بعض لوگ غلطی سے مرحومہ آصفہ بیگم کو اُمّ المؤمنین بھی لکھ دیتے ہیں جو نامناسب ہے۔ اور منطوقِ شریعت کے خلاف ہے۔ نبی کی زوجہ یا ازواجِ مطہرات اگر اُمہات المؤمنین کہلاتی ہیں تو یہ محض ایک لقب اور تعریفی کلمے کے طور پر اُن کو نہیں کہا جاتا بلکہ شرعی لحاظ سے اُن پر اُمہات کے گو سب پہلو تو نہیں لیکن بعض پہلو اطلاق پا جاتے ہیں۔ مثلاً آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے متعلق قرآنِ کریم نے فرمایا کہ :-

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ○
(سُورَۃُ الاحزاب : آیت ۵۴)

یعنی اللہ کے رسول کو تکلیف دینا تمہارے لئے جائز نہیں۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اُس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی بھی شادی کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بُری ہے۔

کسی غیر نبی کی بیوگان یا ازواج کے متعلق قرآن وسُنّت میں ایسی تعلیم نہیں ملتی۔ اس کے برعکس بعض شواہد ہیں جو بتا رہے ہیں کہ خلفاء کی بیویاں علیحدگی کے بعد دُوسری شادی کر سکتی ہیں۔ اور خلفائے راشدین رضؓ کے دَور میں مُسلم معاشرہ نے کبھی اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا کجا یہ کہ اُس کے غلط ہونے کا فتویٰ دیا ہو۔ چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جو نوفل بن حارث کی اَولاد میں سے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مدینہ کے قاضی رہے، اُن کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیّت کی تھی کہ میرے بعد تم امامہ بنت ابی العاص رضؓ سے شادی کر لینا۔ اور اِس وصیّت کے مطابق حضرت مغیرہ رضؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امامہ رضؓ سے شادی کی اور پھر انہی کے بطن سے مغیرہ کے بیٹے یحییٰ پیدا ہوئے جن کی نسبت سے انہوں نے اپنی کنیت "ابو یحییٰ" رکھی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیّدہ اُمِّ کلثوم کبریٰ رضؓ کے بارہ میں تاریخ کی یہ گواہی ملتی ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عقد میں تھیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح حضرت محمد بن جعفر رضؓ سے ہُوا اور پھر ان کے مرنے کے بعد یہ حضرت عون بن جعفر رضؓ کے عقد میں آئیں اور انہی کے عقد میں حضرت اُمِّ کلثوم رضؓ کی وفات ہوئی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تاریخ الانساب میں علامہ ابن قتیبہؒ کی مشہور تصنیف "کتاب المعارف" صفحات ۱۱۲ اور ۲۱۴، ۲۱۵۔ اُردو ترجمہ از سلام اللہ صاحب صدیقی۔ ناشر پاک اکیڈمی مسجد باب الاسلام۔ آرام باغ کراچی ۱)

اِن تاریخی شواہد سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ خلفائے راشدین رضؓ کی بعض ازواج نے ان کی وفات کے بعد دوسری شادیاں کیں۔ جیسا کہ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جدائی کے بعد دو شادیاں ثابت ہیں۔ پس یہ کوئی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جانے والا معاملہ نہیں ہے۔

جہاں تک اُمہات المؤمنین کی اصطلاح کا تعلق ہے، چونکہ ہمارے غیر احمدی بھائی اس بارہ میں زود حِسّی اور زود رنجی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس لئے ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجۂ مطہرہ کے لئے بھی فتنے سے بچنے کی خاطر یہ اصطلاح استعمال نہیں کرتے جبکہ اِس اِصطلاح کا استعمال کرنا فرض یا واجب بھی نہیں۔ بایں ہمہ خلفاء کی بیگمات اور ازواج کو یہ لقب دینا سخت نامناسب ہے۔ اِس لئے جماعت کو اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ تاہم عام محاورے میں بعض اوقات لوگ جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں ہماری ماں کی طرح ہے تو ایسے محاورے استعمال کرنا ہرگز منع نہیں۔ عام انسانی رشتوں میں بھی کئی شرفاء دوسروں کی ماؤں کے لئے احتراماً یہ رجحان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری ماں ہماری ماں ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن جب قرآنی اِصطلاح میں مذہبی رنگ میں اس اصطلاح کو استعمال کیا جائے تو اس موقعہ پر قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اِس لئے ایسی اصطلاحات کے استعمال میں حتی المقدور احتیاط برتنی چاہیئے۔

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی یاد میں !!

اَے مِری محبوب تیرا خُلد میں ہے آشیاں
چھوڑ کر مغموم سب کو جا بسی ہیں اُس جہاں
میرے پیارے حضرتِ طاہر بڑے غمگین ہیں
دُکھ میں روئی ہے جماعت اور تیری بیٹیاں
مَیں کراچی میں تھی جب پہنچی یہ خبرِ جانکاہ
کیا مِری حالت ہوئی تب کر سکوں کیسے بیاں
ملتی تھیں رو کر گلے مجھ سے کہ مَیں لندن سے تھی
ساری کالونی کی بہنیں رو رہی تھیں بچیاں
آپ تھیں اِک حُورِ جنّت سادگی بھی پُر وقار
نہ رِیا تھا نہ تکلّف نہ تکبّر کا نشاں
یاد تیری میرے دِل سے محو ہوتی ہی نہیں
جب بھی جاؤں مِشن ہاؤس دِل سے اُٹھیں سسکیاں
"درد ہوتی ہے مِرے اب بھی" دُعا کرتی رہیں
مجھ سے کہا مِل کر گلے جانے لگیں جب قادیاں
ہائے صد افسوس تھا وہ آخری مِلنا تِرا
ناساز تھیں لیکن مجھے ایسا نہ تھا ہرگز گماں
کان یہ آواز سُننے کو ترستے ہیں مِرے
"حال کیا ہے آپ کا" تا مَیں کروں اُن سے بیاں
دِل میں اُٹھتی تھی تمنّا کاش آ جائیں نظر
گھر کے کونے سے کسی پردے سے ہو جائیں عیاں
یہ خیالِ خام ہے ایسا کبھی ہونا بھی ہے ؟
جو گیا ہے اُس جہاں واپس وہ آیا ہے کہاں
موڑ کر دُنیا سے مُنہ ہم سب کو غمگیں چھوڑ کر
جا بسیں خُلدِ بریں اور ہو گئیں ہم سے نہاں
تیرے حق میں سب یہ کرتے ہیں دُعا صُبح و مَسا
ہوں بلند دَرجات تیرے قُربِ مولیٰ میں وہاں
ناصرہ ! خالق سے ڈر کچھ عاقبت کی فِکر کر
فانی تو ہے یہ زندگی تم نے بھی جانا ہے وہاں

(عاجزہ ناصرہ ندیم۔ لندن)

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ کی کامیابی کا راز اور نظام جماعت کے استقامت کا جو مرکزی راز ہے وہ دیانت ہے

اگر کسی مومن نے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی ہے ... تو خدا تعالیٰ نے اس کا نسخہ بیان فرما دیا ہے کہ تم خدا کی خاطر خرچ کرو

میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ غرباء جنہوں نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کو دو دو پیسے بھی پیش کئے وہ ایسے تھے جن کی آئندہ نسلوں نے اپنی اولاد

قادیان کی ہمارے دل میں ایک محبت ہے جہاں حضرت مسیح موعودؑ پیدا ہوئے جہاں سے پیغام پھیلا محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہندوستان کو پھر صف اوّل میں دیکھیں

مختلف ممالک کی پندرہ احمدی جماعتوں کی مالی قربانی کا ایمان افروز تذکرہ

از سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۰ وفا (جولائی) ۱۳۷۱ ہش / ۱۹۹۲ء بمقام مسجد فضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:-

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۶)

بعدہٗ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

جماعت احمدیہ کا ایک مالی سال ختم ہوا اور جماعت اب اپنے دوسرے مالی سال میں داخل ہو چکی ہے یعنی ۳۰ جون پر جس سال کا اختتام ہوا اس کے بعد یکم جولائی سے دوسرا مالی سال شروع ہو چکا ہے اس مالی سال کی تطبیق بعض دوسرے مالی سالوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ مثلاً تحریک جدید ہے اس کا مالی سال مختلف وقت میں شروع ہوتا ہے اور وقف جدید ہے اس کا مالی سال بھی ایک اور وقت میں شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف تحریکات ہیں جن کے مالی سال اس وقت سے شروع ہوتے ہیں جب وہ تحریکات شروع کی گئی لیکن جماعت کے سامنے اعداد و شمار رکھنے کی خاطر ہم نے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ گزشتہ ایک سال میں جو بھی وصولی ہوئی ہے اس کا شمار کر لیا جائے تاکہ احباب جماعت کے سامنے گزشتہ مالی سال کی صورت حال واضح کی جائے یعنی تحریک جدید کا سال خواہ کسی وقت شروع ہو کسی وقت ختم ہو جو تحریک جدید کا سال گزشتہ تھا اس کی آمد کو ایک سال کی آمد کے طور پر ان اعداد و شمار میں شامل کر لیا ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے قرآن کریم کی جس آیت کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ اور مختصر تشریح پیش کرتا ہوں۔ یہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۶ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ راہ کا لفظ تو محاورۃً بولا گیا ہے۔ لفظی ترجمہ اس کا یہ بنتا ہے کہ ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے رضا نہیں بلکہ رضائیں چاہتے ہوئے خرچ کرتے ہیں کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے اس طرح جس میں خرچ کرتے ہیں کہ شاید اس قربانی سے خدا کی رضا حاصل ہو جائے۔

تو رضا کی تمنا میں جب بھی توفیق ملتی ہے وہ مال خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ: اور اموال کے خرچ کا دوسرا مقصد اپنے نفسوں کو مضبوط کرنا ہے۔ آپ نے لفظ ثبات قدم سنا ہوا ہے۔ بار بار استعمال بھی کرتے ہیں۔ دعاؤں میں بھی ثبات کا لفظ آتا ہے۔ ثبات کا مطلب ہے مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانا تو اس غرض سے وہ خرچ کرتے ہیں کہ اس سے اُن کے نفس مضبوط ہو جاتے ہیں اور قائم ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی جنت کی سی ہے، ایسے باغ کی سی ہے جو ایک پہاڑی پر ہو۔ ایک اونچی جگہ پر واقع ہو۔ اَصَابَهَا وَابِلٌ۔ اور اُسے موسلا دھار بارش پہنچے۔ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ۔ ایسی صورت میں ایسا باغ جو پہاڑی پر واقع ہوا سے موسلا دھار بارش بھی پہنچے تو نقصان نہیں ہوتا بلکہ دگنا پھل دیتا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ۔ اور اگر موسلا دھار بارش نصیب نہ ہو تو شبنم ہی اس کے کام آجاتی ہے اور اتنی سے وہ باغ لہلہانے لگتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو تم کرتے ہو بہت جانتا ہے۔

یہاں

مومنوں کے خرچ کیلئے دو ہی مقاصد پیش فرمائے گئے ہیں

کوئی تیسرا مقصد بیان نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ بعض دوسری آیات میں جو اسی تسلسل میں ملتی ہیں ایسے مقاصد بھی پیش فرمائے جو ان مقاصد کے علاوہ ہیں اور ان سب کو باطل قرار دیا گیا۔ ایسے مقاصد جن میں ریاء کسی کو خرچ کرنے کے بعد تکلیف پہنچانا، اس پر احسان جتانا اور اسی طرح بعض دوسری آیات میں ایک یہ مقصد بیان ہوا ہے کہ دے کر زیادہ لیں۔ یہ تمام وہ مقاصد ہیں جن کو باطل مقاصد کے طور پر قرآن کریم بیان فرماتا ہے۔ اور اس تسلسل میں جو آیات ملتی ہیں ان میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کی مثال تو ایسی ... چٹان

چٹان پر تھوڑی سی مٹی والی جگہ پر کوئی سبزی اُگ آئے اور جب زور سے بارش پڑے تو اس کی ساری مٹی بہہ کر اُٹھ جاتی ہے اور سبزی سمیت اس کو بہا کر لے جاتی ہے۔ پس یہ عارضی اور بے معنی ہے۔ اس کو ثبات کے مقابل پر رکھا ہے۔ ثبات اس چیز کو ہوتا ہے جس کو کوئی زلزلہ، کوئی ٹھوکر، کوئی طوفان اپنی جگہ سے اکھاڑ نہ سکے تو جو دو مقاصد بیان ہوئے ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر جو لوگ خرچ کرتے ہیں ان کو لازماً ثبات نصیب ہوتا ہے۔ اور ثبات کے نتیجہ میں ان کی کھیتی لہلہاتی ہے اور دوہرا پھل لاتی ہے اور ابتلاء کی حالت میں بھی پھل دیتی ہے۔ لیکن اگر بارش نہ ہو یا جب خشک سالی ہو تو اُس وقت ایسی جگہوں کے لئے شبنم ہی کام آجاتی ہے۔ کیونکہ ایسے بلند مقام جیسا کہ نقشہ کھینچا گیا ہے وہاں کی مٹی عموماً پانی کو اپنے اندر جذب رکھتی ہے۔ اور موسلا دھار بارش کا پانی آناً فاناً اڑ نہیں جاتا جیسا کہ پتلی سطح کی مٹی سے اڑ جایا کرتا ہے۔ آج بارش ہوئی کل وہ مٹی خشک دکھائی دیتی ہے جس کی سطح پتلی ہو یا ریتلی ہو لیکن اچھی مضبوط مٹی ہو اور گاڑھی مٹی ہو اور اونچی جگہ پہ واقع ہو تو اُس کو نہ زیادہ بارش سے نقصان نہ کم بارش سے نقصان۔

پہاڑ کی مثال کے بیچ میں ایک لفظ ربوہ رکھ کر عظیم الشان مضمون بیان فرما دیا گیا اس میں ایک تو یہ تصویر کھینچی گئی ہے کہ مومن کی جو قربانیاں ہیں وہ بلند مرتبہ رکھتی ہیں۔ اُن کا اونچا مقام ہے۔ ان کی قربانیاں ایسی ہیں جیسے پہاڑی پر ایک باغ لگا یا گیا ہو۔ اگر عام دوسرے میدان کی مثال ہوتی تو تیز بارش تو عام میدان کی فصلوں کو نقصان پہنچا دیا کرتی ہے۔ اچھی سے اچھی فصلیں بھی زیادہ بارش کے نتیجہ میں تباہ ہو جایا کرتی ہیں لیکن جو فصل پہاڑی پر واقع ہو وہ ضائع نہیں ہوا کرتی کیونکہ پہاڑ زائد پانی کو بہا کر نیچے پھینک دیتا ہے اور بہتے پانی سے کبھی فصل کو نقصان نہیں ہوتا۔ چنانچہ بعض پہاڑوں پر چاول کی کاشت کی جاتی ہے وہ اسی وجہ سے کی جاتی ہے کہ چاول کو بہتا ہوا پانی چاہیئے ذرا پانی کھڑا ہوا اور چاول کی فصل تباہ ہو گئی لیکن بہتا پانی خواہ کتنی ہی بارش ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ قرآن کریم نے ایک لفظ ربوہ رکھ کر اس مضمون کو کیسی وسعت دے دی اور کیسی شان عطا کر دی ہے۔ یہی مومن کی قربانی کا بلند مرتبہ بھی بیان فرما دیا اور پھر ثبات کے ساتھ اس مضمون کو جوڑ دیا کیونکہ ثبات قدم میں ٹھوکر نہیں ہوتی۔ کوئی ابتلاء کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو جس پانی کا ذکر فرمایا یہ ابتدائی حالت کا پانی ہے یعنی درمیانی بارش کا ذکر ہی نہیں فرمایا ایک موسلا دھار بارش کی انتہا ہے دوسری انتہا خشک سالی کی ہے جہاں صرف شبنم کرتی ہے۔ ثبات قدم اس کو کہتے ہیں کہ جب مثلاً خدا تعالیٰ کے فضل سے دولت کی ریل پیل ہو اور خدا نے رزق کی موسلا دھار بارش برسائی ہو تب بھی مومن کا نیکیوں پر قدم مضبوط رہتا ہے اور کوئی ابتلاء اس کے دین کو اس کے ایمان کو اس کے اخلاص کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جب غربت کی حالت ہو تو غربت کا رزق شبنم کی طرح ہے لیکن اس کے باوجود مومن کے ایمان اور اخلاص کو وہ شبنم بھی تقویت دے جاتی ہے۔ نہ غربت کا ابتلاء اس کو نقصان پہنچاتا ہے۔ نہ کثرت اموال کا ابتلاء اس کو نقصان پہنچاتا ہے اور دونوں حالتوں میں وہ کھیتی کونسی ہے جو اگتی ہے۔ وہ خدا کی خاطر خرچ کرنے کی کھیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہیں جو خوشحالی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں تو اس خوبصورت مثال میں جو قرآن کریم کے الفاظ میں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے دراصل تنگی اور ترشی کا خرچ اور دولت کی فروانی کا خرچ سب شامل ہو گئے یہ مومن کو ثبات ہے کہ

ہر حالت میں وہ خدا ہی کا رہتا ہے اور خدا ہی کی خاطر اس کی قربانیاں ہوتی ہیں

اموال اور ثبات کے تعلق میں ایک اور معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ جو خدا کی خاطر خرچ کرتے ہیں ان کو دنیا کے دوسرے عام ابتلاؤں میں بھی ٹھوکر نہیں پڑا کرتی اور لوگ جو خدا کی خاطر خرچ نہیں کرتے وہ بظاہر کتنے ہی اخلاص کے دعوے کرتے ہوں انکو جب بھی مشکل وقت پیش آئے ان کے قدم ڈگمگا جایا کرتے ہیں اور وہ پھسل جاتے ہیں تو اگر کسی مومن نے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں اُسے ثابت قدم رکھے تو خدا تعالیٰ نے اس کا نسخہ بیان فرما دیا ہے کہ تم خدا کی خاطر خرچ کرو تو تمہیں ثبات قدم نصیب ہوگا۔

پہلے مقصد اور دوسرے مقصد میں ایک گہرا تعلق ہے۔ دو ہی نیک مقاصد بیان فرمائے گئے۔ بندوں کی رضا کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اپنے نفس کی نرمی اور قلبی جذبات کے نتیجہ میں خرچ کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ وہ کوئی بُرا محرک نہیں ہے خدا تعالیٰ نے باطل محرکات میں اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ انسان خدا کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے۔ بعض دفعہ ایک غریب کی ہمدردی میں اپنے نفس سے مجبور ہو کر خرچ کر دیتا ہے۔ وہ خرچ بھی اچھا ہے لیکن چونکہ اس کے نتیجہ میں جزاء نہیں ہے سوائے اس جزاء کے جو انسان کے دل کو تسکین کی صورت میں ملتی ہے۔ اس لئے یہاں اس کا ذکر نہیں فرمایا لیکن باطل مقاصد میں بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا تو سوال یہ ہے کہ یہ دو کیوں چنے گئے وہ اصل خرچ جو خدا کی رضا میں جزاء کا مستحق ہوتا ہے وہ انہی دو مقاصد والا خرچ ہے۔ اس کے سوا کوئی خرچ ایسا نہیں ہے جس کو جزاء کے لائق قرار دیا گیا ہو۔

خرچ کرنا ہے تو اللہ کی رضا چاہو۔ بندوں کی رضا نہ چاہو۔

اپنے دل کی رضا نہ چاہو۔ اپنے اقرباء کی رضا نہ چاہو۔ کوئی اور رضا مقصود نہ ہو۔ مرضات اللہ مقصود ہوں نہ بار بار خدا کی رضا نصیب ہو خرچ کرتے وقت انسان مختلف کیفیات کے ساتھ خرچ کرتا ہے اور ان کیفیات میں خدا کی مختلف رضا حاصل ہوتی ہے۔ بظاہر ایک ہی خرچ ہے لیکن حقیقت میں خرچ کے ساتھ جو نیتیں شامل ہو رہی ہوتی ہیں جو جذبات شامل ہو جاتے ہیں وہ خرچ کی نوعیت بدلتے رہتے ہیں۔

آپ بھی اپنے چندوں پر غور کر کے دیکھیں۔ کبھی کوئی چندہ خدا کی خاص رضا کی خاطر کسی خاص ادا کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ کبھی کوئی چندہ خدا کی کسی اور رضا کی خاطر کسی اور ادا کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کبھی اسطرح پیش کیا جاتا ہے کہ بچے بھوکے ہیں، ضرورتمند ہیں کپڑوں کے محتاج ہیں اور انسان جانتے بوجھتے ہوئے کہ میرے بچوں کو سخت ضرورت درپیش ہے کچھ نہ کچھ خدا کے لئے نکالتا ہے۔ وہ رضا کا ایک اور انداز ہے۔ ایک امیر آدمی ہے جس کے پاس دولت کی ریل پیل ہے وہ سرمایہ کاری کر سکتا ہے اور بڑے اچھے مواقع ہیں لیکن اپنی سرمایہ کاری کی خواہش کو پورا کرنے کی بجائے وہ اس میں سے ایک ٹکڑا نکال کر خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے ایک اور شخص ہے جس کے پاس جتنا روپیہ ہے وہ اس نے کسی ایسے مقصد کے لئے رکھا ہوا ہے کہ آئندہ کسی ضرورت کے وقت کام آئے چنانچہ جب آواز آتی ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرو تو اس وقت اس شخص کے دل کی جو کیفیت ہے وہ خدا کی خاص قسم کی رضا کی طالب ہو جاتی ہے تو یہ تین بڑی بڑی مثالیں ہیں لیکن اس کی تفصیل کے ساتھ بہت سی قسمیں بیان کی جاسکتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر خرچ کرنے والا اگر خدا کے تعلق میں خرچ کرتا ہے تو اس کے دل کی ایک خاص کیفیت ہوا کرتی ہے۔ وہ کیفیت اس قربانی کو ایک خاص رنگ عطا کر دیتی ہے اور وہ جو مضمون ہے وہ ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا۔ کہ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ اللہ کی مرضیاں حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ خرچ کے محل مختلف ہوتے ہیں، مواقع مختلف ہوتے ہیں لیکن مقصود ایک ہی رہتا ہے۔ دوسرا ہے۔ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اپنے نفس کو سنبھالنے اور مضبوط کرنے کے لئے جس کا مطلب یہ ہے

کہ وہ لوگ۔ جو خدا کی خاطر چندے دیتے ہیں ان کے پیش نظر یہ بات بھی ہوگی ہے کہ ہمارے مالی قربانیوں کے نتیجہ میں ہمیں ثبات قدم نصیب ہو۔ ہم مستقل خدا کے ہوئے رہیں۔ غیر ہمیں خدا سے چھین کر نہ لیجا سکے اور یہ دونوں مقاصد ہیں جو بڑی شان کے ساتھ پورے ہوتے ہیں اور جب آپ ربوہ والی مثال میں پہنچتے ہیں تو وہاں آپ کو اللہ کی رضا کا مضمون بھی دکھائی دینے لگتا ہے اور ثبات قدم کا مضمون بھی دکھائی دینے لگتا ہے۔ وہ جو کھیتیاں نکلتی ہیں وہ قربانی کی کھیتیاں بھی ہیں اور جزاء کی کھیتیاں بھی ہیں اور قرآن کریم نے اسی تعلق میں اس کی ایک اور مثال دی ہے کہ جو خدا کی خاطر ایک دانہ زمین میں بوتا ہے۔ مثال تو دانہ بونے کی دی ہے مگر مراد اس کی یہی ہے کہ جو خدا کی خاطر مثلاً ایک آنہ خرچ کرتا ہے۔ خدا کی خاطر ایک دانہ زمین میں بوتا ہے تو وہ بعض دفعہ سات بالیاں نکالتا ہے اور ہر بالی میں ۱۰۰، ۱۰۰ دانے ہوتے ہیں تو ایک دانے کے سات سو دانے بن جاتے ہیں اور اگر ان سات سو دانوں کی جزاء اس دنیا میں نصیب ہو جائے تو آپ اندازہ کریں کہ خدا کی خاطر قربانی کرنے والوں کے اموال میں کتنی برکت پڑ سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں ہے جسکو چاہے اس کے علاوہ بھی بہت دیتا ہے۔ اور پھر دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دیتا ہے۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے

جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی مالی قربانی پر نظر کی

تو مجموعی طور پر جماعت کا وہ چندہ جو ہمیں حالات سے اندازہ لگانا پڑتا ہے اور نظر آتا ہے آج اس سے ۷۰۰ گنا سے بھی زیادہ ہو چکا ہے یعنی یہ کھیتی ایک سو سال میں ۷۰۰ کی حد کو پار کر کے خدا کی لامتناہی عطا کی حد میں داخل ہو چکی ہے اور کوئی نسبت نہیں رہی اور وہ لوگ جو قربانیاں پیش کیا کرتے تھے ان کی اولادیں بھی اگر آپ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے لے کر آج تک ٹریس (TRACE) کرتے ہوئے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے کھوج لگاتے ہوئے تلاش کریں تو ایسے ایسے بزرگوں کی اولادیں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں جن کا بمشکل گزارا ہوا کرتا تھا مگر خدا کی راہ میں بڑی قربانی کرنے والے تھے۔ آج ان کی اولادوں میں بعض لوگوں پر نظر ڈال کر میں بتاتا ہوں کہ وہ ایسے ہیں کہ جتنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں قربانی ہوتی تھی ان میں سے ہر ایک اس سے زیادہ کر رہا ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ساری جماعت کو جو تمام مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملتی تھی آج ان بزرگوں کی اولادوں میں سے بعض ایسے صاحب دولت اور صاحب ثروت اور صاحب غنیٰ لوگ ہیں جن کا دل غنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس زمانے کی ساری مالی قربانی کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر اکیلے پیش کر رہے ہیں لیکن سب کچھ بھی پیش کر دیں تب بھی اس مرتبے کو حاصل نہیں کر سکتے جو اس زمانے میں قربانی کرنے والے کا مرتبہ تھا۔ اس پر اللہ کی رضا کی جو نظریں پڑتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا کی جو نظریں پڑتی تھیں ان کی کیفیت بیان کرنا تو ممکن نہیں ہے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ غرباء جنہوں نے اُس زمانے میں دو پیسے بھی پیش کئے وہ ایسے تھے جنہوں نے آئندہ زمانوں میں اپنی اولاد کے مقدر جگا دیئے ان کی اولادیں دو کروڑ بھی خرچ کرنے والے پیدا ہوں گے تب بھی وہ اُن دو پیسوں کے مرتبے کو نہیں پا سکیں گے تو یہ خدا کی قبولیت کا سلسلہ ہے۔ وہ دانہ جس کو پھل لگا تھا اس کا اپنا ایک مقام ہے اس پر آپ نظر رکھا کریں۔ جس دانے نے ۷۰۰ دانے پیدا کئے اور ۷۰۰ کو خدا نے پھر بڑھا کر بیشمار کر دیا وہ اصل دانہ اُن سب نعمتوں کا باپ ہے ان سب نعمتوں کی ماں ہے سب کچھ وہی ہے۔ کثرت کے ساتھ پیدا ہونے والے وہ دانے اپنے اس دانے کا تو مقابلہ نہیں کر سکتے جس کا فیض پا کر وہ بڑھے اور پھولے اور پھلے۔ اس لئے وہ مالی قربانی کرنے والے جو آج ان اعداد و شمار کو سنیں گے اور جب ان کا دل حمد سے بھرے گا وہ

ان بزرگوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں جنکی قربانیوں نے یہ پھل لگائے۔

ان کے اموال میں بھی برکت پڑنا اور ان کی قربانی میں بھی برکت پڑی اور جماعت احمدیہ کے اموال میں بحیثیت مجموعی ایسی برکت پڑی ہے کہ آدمی حیران اور ششدر رہ جاتا ہے کہ سو سال کے عرصہ میں اتنی عظیم قربانی کرنے والی جماعت کیسے پیدا ہو گئی۔

اب اس تمہید کے بعد میں آپ کے سامنے اعداد و شمار کی صورت میں حتی المقدور اختصار کے ساتھ جماعت احمدیہ کی گزشتہ سال کی مالی قربانی کا نقشہ رکھتا ہوں۔ لازمی چندہ جات جن میں چندہ عام، چندہ وصیت اور جلسہ سالانہ شامل ہیں ان میں گزشتہ سال خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے ۱۵ لاکھ ۹۰ ہزار ۸۸۸ پاؤنڈ پیش کئے ہیں جو ۴۲ کروڑ ۶۱ لاکھ ۹۲ ہزار ۳۸۰ روپے کی رقم بنتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں چند ہزار کی باتیں ہوا کرتی تھیں اور سارے سال میں بھی اعداد و شمار ہزاروں سے نہیں بڑھا کرتے تھے لیکن اب خدا کے فضل سے لازمی چندہ جات کی تعداد بھی ۴۲ کروڑ ۶۱ لاکھ ۹۲ ہزار ہو چکی ہے جبکہ دیگر بڑی تحریکات، تحریک جدید، وقف جدید وغیرہ جو جاری ہیں۔ ان میں اس کے علاوہ ۱۹ لاکھ ۶۰ ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت کو ایک سال میں پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے جس کی رقم ۹ کروڑ ۲۸ لاکھ ۸۰ ہزار ۸۵۱ پاکستانی روپے بنتی ہے اس کے علاوہ متفرق تحریکات ہیں جو میں نے مختلف وقتوں میں کی ہیں اور کچھ صدقات و زکوٰۃ وغیرہ کی رقمیں ہیں۔ کچھ عید فنڈ اور رضاکارانہ وغیرہ کی رقمیں ہیں۔ ان سب کو ملا لیں تو ان کے علاوہ یہ ایک لاکھ ۵۳ ہزار ۳۴۷ پاؤنڈ بنتے ہیں جن کی رقم (پاکستانی کرنسی میں) ۶۴ لاکھ ۲۰ ہزار ۹۸ ہے

آج سے قریباً ۴۰ سال پہلے ۱۹۵۳ء میں آپ جائیں جبکہ فسادات ہوئے ہیں تو جماعت کا سالانہ بجٹ ۲۵ لاکھ کے قریب ہوا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے لحاظ سے آگے آ کر ۵۳ میں پہنچیں تو اس وقت جماعت کی مالی قربانی کو دیکھ کر عبدالرحیم اشرف نے جو ایک معاند مولوی تھے اپنے اخبار میں جسکو وہ فیصل آباد سے شائع کیا کرتے تھے بہت درد کے ساتھ یہ اعتراف کیا کہ جس جماعت کو مٹانے کیلئے ہم نے تحریکات پر تحریکات چلائیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور مالی قربانی کے لحاظ سے آپ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے کہ یہ ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ قربانی پیش کر رہے ہیں۔ کہاں وہ ۵۳ کا وقت جبکہ دشمن ۲۵ لاکھ سے ششدر اور حیران رہ گیا تھا۔ اور وہ سمجھا کہ ہم شکست کھا گئے ہیں اور آج وہ وقت آ گیا ہے کہ اگر ان سب چندوں کو ملا لیا جائے تو خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی ایک سال کی مالی قربانی، جو میں نے حساب لگایا تھا یہ ۴۴ کروڑ روپے کے قریب بنتی ہے

مجھے یاد ہے جب خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ذمہ داری ڈالی تو اس کے بعد کسی خطبہ میں میں نے جماعت کے سامنے یہ اظہار کیا تھا کہ میں نے جہاں تک جماعت کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے ہر ابتلاء کے بعد اعداد و شمار کی کیفیت بدل گئی ہے اگر ہزاروں میں چندے ہوتے تھے تو جماعت کے خلاف کوئی تحریک چلائی گئی تو اس کے بعد اگلی تحریک سے پہلے لاکھوں میں پہنچ گئے اور جو چندے لاکھوں میں ہوتے تھے جب ایک اور تحریک چلائی گئی تو وہ کروڑوں میں پہنچ گئے چنانچہ میں نے یہ دعا کی تھی اور جماعت کو کہا تھا کہ اس دعا میں میرے ساتھ شریک ہوں کہ خدا کرے ہمارے دیکھتے دیکھتے اب یہ کروڑ اربوں میں بدل جائیں تو جب میں نے یہ تحریک کی تھی اس وقت چند کروڑ بھی چندے نہیں تھے۔ میں اعداد و شمار نکال کر انشاء اللہ جلسہ پر پیش کروں گا۔ لیکن آج خدا کے فضل سے قریباً نصف ارب تک معاملہ پہنچ چکا ہے اور یہ جو اعداد و شمار ہیں یہ ساری دنیا کی جماعتوں کے نہیں ہیں۔ دنیا کی جماعتوں میں سے ۴۲ بڑی جماعتوں کے ہیں اور باقی دنیا میں جماعتیں پھیل رہی ہیں اکثرت کے ساتھ شامل ہو رہی ہیں۔ بہت سی ایسی جماعتیں ہیں جہاں ابھی چندہ کا نظام مستحکم نہیں ہوا۔ بعض تعداد میں تھوڑی ہیں بعض غربت کی وجہ

سے قربانیوں میں زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتیں لیکن ۱۲۶ ممالک میں سے باقی ممالک نے بہرحال آپ کے ساتھ شامل ہونا ہے۔ وہ تیزی کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں، بڑھ رہے ہیں، پھیل رہے ہیں۔ چندے کا نظام رفتہ رفتہ ان میں داخل ہو رہا ہے۔ مثلاً روس کی ریاستیں ہیں بلکہ USSR کہنا چاہیئے ان میں بھی اب جہاں خدا کے فضل سے احمدی جماعتیں قائم ہوئی ہیں انہوں نے کچھ نہ کچھ چندہ دینا شروع کر دیا ہے تو یہ سب لوگ آخر آپ کے ساتھ شامل ہوں گے۔ ہمیں اول یہ دعا کرنی چاہیئے کہ جیسا کہ میں نے اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ خدا اب جلد ہماری جماعت کو کروڑوں کی بجائے اربوں کے بجٹ عطا کرے اور دوسرے یہ کہ مالی قربانی جتنی بڑھے اسکی شان وہی رہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے کہ ربوہ پر یعنی خدا کے نزدیک بلند مرتبہ قربانیاں ہوں۔ ایسی قربانیاں ہوں جن کو کوئی ابتلا، نقصان نہ پہنچا سکے نہ موسلادھار بارش نقصان پہنچا سکے نہ خشک سالی نقصان پہنچا سکے۔ ہر حالت میں وہ تروتازہ رہیں اور نئے نئے پھل دیتی رہیں اور پھر ان سے خدا کا سلوک وہی ہو جو پھلوں کی قربانیوں سے ہوتا تھا۔ جن بزرگوں کی قربانیوں نے وہ منزل بنائی ہے جس پر ہم آج کھڑے ہیں

خدا کرے کہ ہماری قربانیاں اسی نسبت سے خدا کی راہ میں ایک اور اونچی منزل بنا دیں

اور آئندہ نسلیں ہمارا ذکر اس طرح محبت اور پیار اور دعاؤں کے ساتھ کیا کریں جس طرح ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں اور غلاموں کا ذکر محبت اور پیار اور دعاؤں کے ساتھ کرتے ہیں۔

جہاں تک جماعتی موازنہ کا تعلق ہے پاکستان کے علاوہ جو بعض بڑے بڑے ممالک ہیں ان میں سے میں نے ۱۵ ممالک آپ کے سامنے پیش کرنے کیلئے رکھے ہیں۔ اس سے آپکو اندازہ ہوگا کہ خدا کے فضل سے کس تیزی کے ساتھ بیرونی جماعتیں قربانی میں ترقی کر رہی ہیں۔ جرمنی صف اول پر ہے۔ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا ہے اور واقعۃً ربوہ کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ جرمنی کی ایک سال کی قربانی ۱۱ لاکھ ۵۲ ہزار ۷۰ پاؤنڈز کی ہے اور یہ سلسلہ ہر سال بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ۵ کروڑ ۸۹ لاکھ ... ہزار روپے کی قربانی صرف جماعت جرمنی کی ہے جو چند سال پہلے ساری دنیا کی جماعتوں کی مل کر بھی نہیں تھی۔ اگر آپ دس پندرہ سال پہلے چلے جائیں تو آپ حیران ہوں گے کہ خدا نے جماعت کے اموال میں اور قربانی کی روح میں کس قدر برکت دی ہے۔

امریکہ جرمنی کے پیچھے پیچھے دوسرے نمبر پر آ رہا ہے اور خدا کے فضل سے بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ وہاں مالی نظام مستحکم ہوتا چلا جا رہا ہے اور ابھی وہاں بہت گنجائش ہے۔ اس لئے اگرچہ جرمنی سے ابھی کافی پیچھے ہے لیکن جرمنی کے لئے چیلنج ضرور ہے۔ کیونکہ جس رفتار سے وہ لوگ بیدار ہو رہے ہیں، احساس قربانی پیدا ہو رہا ہے اور نشوونما پا رہا ہے بعید نہیں کہ چند سالوں تک وہ جرمنی کو پکڑ لیں تو خیر مشکل ہے مگر پکڑنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ قریب ضرور پہنچ سکتے ہیں تو نمبر دو پر امریکہ کی قربانی ۵ لاکھ ایک ہزار ۵۰۳ پاؤنڈز ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پندرہ بیس سال پہلے کا ایک وقت تھا یا شاید اس سے بھی کم کا وقت ہو کہ امریکہ کو باہر سے امداد ملا کرتی تھی۔ میں جب ۱۹۷۸ء میں گیا ہوں تو اس وقت بھی یہی صورت تھی اور میں نے ان کو یاد دلایا کہ دیکھو تم ابھی تک باہر سے مدد لے رہے ہو یعنی جہاں تک ... اور مشنز کے قیام کا تعلق تھا وہ محتاج تھے کہ باہر سے مدد آئے تو بنا سکیں۔ ان کو میں نے یاد دلایا کہ ایک زمانہ تھا کہ قادیان سے نہایت غریب لوگ دو دو پیسے کی قربانیاں پیش کیا کرتے تھے کوئی انڈہ دے رہا ہے کوئی مرغی دے رہا ہے کوئی بکری دے کر وہ پیسے جمع کیا کرتی اور وہ جماعت جو بھی قربانی کر رہی تھی تمہارے جیسے امیر ملکوں کی طرف وہ روانہ ہوا کرتی تھی۔ تمہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اب باہر کے غریب ملکوں کے لئے قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ وہ جو احسان ہے وہ مصروف میں یا اعداد و شمار میں نہیں گنا جایا کرتا اس زمانے کی جو قربانی ہے وہ چاہے ۵ ہزار یا ۱۰ ہزار روپے کی ہو لیکن جس روح کے ساتھ وہ قربانیاں پیش کی گئی ہیں وہ ایسی روح ہے جو ہمیشہ غالب رہنے والی روح ہے۔ اور اس قربانی کا بدلہ کبھی نہیں اتارا جا سکتا۔ ہاں بدلہ اتارنے کی ایک تمنا ہمیشہ دل میں بے قرار رہنی چاہیئے۔ یہی اس کا بدلہ ہے تو وہ جماعتیں جن میں سے بعض اس بات کی شاکی تھے کہ فلاں جگہ جماعت نے خرچ کر دیا فلاں جگہ خرچ کر دیا، امریکہ کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ان کو میں نے اس طرح سمجھایا تھا تو آج خدا کے فضل سے امریکہ کی یہ حالت ہے کہ وہ واقعۃً باہر کی غریب جماعتوں کی مدد کر رہا ہے اور افریقہ بھی، جنوبی امریکہ میں بھی اور دوسری جگہ بھی۔ یورپ کے بعض ممالک میں بھی ہم امریکہ کی زائد آمد سے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتوں کی مدد کرتے ہیں

برطانیہ تیسرے نمبر پر ہے لیکن امریکہ کے قریب ہے۔ ۴ لاکھ ۸۸ ہزار ۵۷۵ پاؤنڈز کی ایک سال کی قربانی ہے اور اگر یہ بھی زور لگائیں تو امید ہے کہ امریکہ کے قریب قریب یا کبھی ایک آگے ہو جائے کبھی دوسرا آگے ہو جائے ایسی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

انڈونیشیا خدا کے فضل سے پچھلے چند سالوں میں کافی اوپر آیا ہے۔ نمبر شمار کے لحاظ سے پہلے اس کا مقام بہت ہی نیچے تھا۔ اب چوتھے نمبر پر آ گیا ہے۔ انکی سال کی مالی قربانی ۱۳ لاکھ ۱۰ ہزار ۷۹۴ پاؤنڈز بنتی ہے۔

کینیڈا پانچویں نمبر پر ہے ۱ لاکھ ۵۸ ہزار ۵۶۳ پاؤنڈز اور غانا چھٹے نمبر پر ہے۔ ۷۱ ہزار ۱۲۲ پاؤنڈز کی قربانی ہے۔ غانا کا ذکر خاص طور پر مالی تحریک کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک بہت غریب ملک ہے۔ ایک زمانے میں اسے گولڈ کوسٹ (GOLD COAST) کہا جاتا تھا کیونکہ یہاں سونا بہت تھا اور مغربی ملکوں نے یہاں سے خوب دولت لوٹی ہے لیکن بہت سے ایسے حالات پیدا ہوئے جنکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ غانا دن بدن غریب ہوتا چلا گیا۔ چند سال پہلے تک تو یہ حال تھا کہ تمام فاقہ کشی کا عالم تھا اور ایک دفعہ ایک مبلغ نے مجھے لکھا کہ غربت اور فاقہ کشی کا یہ حال ہے کہ ایک رات کو میرا دروازہ کھٹکا۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا کہ کون ہے تو وہ شخص بھوکا تھا۔ روٹی مانگنے کیلئے آیا تھا لیکن میرے پہنچنے سے پہلے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا تھا یعنی نقاہت غالب آ گئی اور اسکو تھوڑا تھوڑا کچھ پلا کر آہستہ آہستہ اس میں جان ڈالی گئی تو پھر وہ کچھ کھانے کے قابل ہوا اور اس غربت کے باوجود جو ابھی تک جاری ہے، ویسی کیفیت تو نہیں، اللہ کے فضل سے فرق پڑ چکا ہے لیکن بالعموم غانا کی جماعتیں غریب ہیں مگر قربانی کی رو سے بہت ہی عظیم جماعتیں ہیں۔ وہاں غریب غریب لوگوں میں بھی میں نے قربانی کا بے حد جذبہ دیکھا ہے۔ بڑے کھلے دل کے لوگ ہیں۔ بڑے حوصلے کے لوگ ہیں اور جماعت سے بڑی محبت رکھتے ہیں وہاں دورے کے دوران دور دور کے بعض گاؤں میں بھی میں نے جا کر دیکھا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے متعلق آدمی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنا گہرا اخلاص ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے پیغام سے عشق ہے۔ یہ جماعت اگر مالی قربانی کی طرح تبلیغ میں بھی اٹھ کھڑی ہو جیسا کہ اب شروع ہو گئی ہے تو انشاء اللہ چند سالوں میں غانا میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ تو اس پہلو سے اس جماعت کو خصوصیت سے یاد رکھیں اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ باقی افریقن ملکوں کو بھی مالی قربانی اور وسیع حوصلگی میں غانا کی تقلید کی توفیق عطا فرمائے۔

ماریشس بھی اللہ کے فضل کے ساتھ پرانی مستعد جماعتوں میں سے ہے اس نے بھی اپنا نمبر اونچا کیا ہے اور ساتویں نمبر پر ماریشس کی قربانی ۷۱ ہزار ۶۲۹ پاؤنڈز کی ہے پھر ہندوستان کی باری ہے۔ یہ بھی کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ اب اوپر آنا شروع ہوا ہے اور اب جماعتوں میں کافی بیداری پائی جاتی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ جس طرح ہم نے مہم شروع کی ہوئی ہے، انشاء اللہ ہندوستان کی جماعتیں اب بڑی تیزی کے ساتھ نشوونما پائیں گی اور جیسا کہ میں ان کو بار بار یاد دہانی کرا رہا ہوں، وہ اللہ کے فضل سے اپنا پرانا کھویا ہوا مقام حاصل کریں گی۔ وہ عظمت کا مرتبہ جب ہندوستان ساری دنیا کو اپنے چندوں سے خدمت دین کے لئے رقم مہیا کیا کرتا تھا تو اب بھی میں امید رکھتا ہوں کہ جماعتیں اگر بیدار ہو جائیں اور عزم کے ساتھ کام شروع کریں تو وہ دن دوبارہ لوٹ سکتے ہیں۔ قادیان کی بہار ... دل میں ایک محبت ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ جہاں سے پیغام پھیلا وہ محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہندوستان کو پھر صف اول میں دیکھیں اور دوبارہ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا نور پھر ساری دنیا تک پہنچے

ناروے بھی بڑی مستعد جماعت ہے آگے بڑھ رہی ہے۔ ہندوستان کے بعد آٹھ ویں کی باری ہے ناروے نویں نمبر پر ہے پھر جاپان باوجود اس کے کہ بہت کم تعداد ہے دسویں نمبر پر آ گیا ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے۔ پھر بنگلہ دیش ہے۔ پھر ہالینڈ آتا ہے۔ اس کے بعد نائیجیریا۔ اس کا چودھواں نمبر ہے۔ نائیجیریا میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اقتصادی لحاظ سے اللہ نے بہت برکتیں عطا کی ہیں۔ POTENTIAL کے لحاظ سے بہت امیر ملک ہے۔ افرادی طور پر مقابلہ کر کے دیکھیں جسکو MAN TO MAN مقابلہ کہتے ہیں تو غانا کے مقابل پر نائیجیرین احمدی کی حالت بہت بہتر ہے اس لئے

وہاں کی جماعت کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اخلاص میں بھی وہ آگے بڑھیں اور جس طرح خدا نے ان پر فضل فرمایا ہے اسی نسبت سے مالی قربانیوں میں آگے بڑھیں تعداد کے لحاظ سے وہ پیچھے ہیں لیکن اتنا پیچھے نہیں کہ مالی قربانی میں وہ غانا سے اتنا پیچھے رہ جائیں۔

ہالینڈ پندرھویں نمبر پر ہے۔ ہالینڈ کی جماعت بھی یورپ کی دیگر جماعتوں کے مقابل پر تعداد کے لحاظ سے خدا کے فضل سے بہت مخلص اور مالی قربانی میں پیش پیش ہے۔

بہرحال ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ باقی سب جماعتوں پر بھی ان پندرہ کی طرح بے شمار فضل نازل فرمائے گا جو مالی قربانی میں مسلسل محنت اور اخلاص اور استقلال کے ساتھ پوری وفا کے ساتھ

احیائے کلمۃ اللہ کے لئے خدا کے حضور سالانہ پیش کی جا رہی ہیں

اور ان کا معیار دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

جیسا کہ میں نے امریکہ کے معاملہ میں بیان کیا ہے کہ ابھی بہت سے ایسے احباب ہیں جو اگر حسب توفیق خرچ کریں تو امریکہ میں ابھی بہت آگے آنے کی گنجائش ہے۔ یہ عمومی تبصرہ کم و بیش دنیا کے ہر ملک پر پوری اترتی ہے کیونکہ کبھی بھی کسی ملک میں ایک جیسی ایمان کی حالت کے لوگ نہیں ہوا کرتے اگر چندے بڑھانے ہیں تو سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اخلاص کا معیار بڑھانے کی کوشش کریں۔ اخلاص کا پانی جتنا اونچا ہوگا اتنا ہی چندہ خود بخود اچھل کر باہر آئے گا اور اگر اخلاص کا معیار بڑھانے کی کوشش نہ کی جائے اور چندوں کے مطالبہ پر زور دیا جائے تو اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ لوگ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنے لگ جاتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ وہ کمزور لوگ جو چندوں میں پیچھے ہوں ان کے پیچھے جب سیکرٹری مال وغیرہ پڑتے ہیں تو وہ زور جاگنے لگ جاتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے ایڈریس بدل لیتے ہیں کہ کہیں سیکرٹری مال ہمارے تک نہ پہنچ جائے تو اخلاص نہ ہو تو پھر تحریک بجائے ادھر لانے کے اور زیادہ دھکیل رہتی ہے لیکن اخلاص کا معیار اونچا ہو تو پھر تحریک ہو۔ پھر دیکھیں وہ کس جوش کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ دونوں باتیں ضروری ہیں

چندوں طلب کرنے والا نظام جو ہے وہ بھی بہت مستحکم ہونا چاہیئے

اور اس نظام کا بروقت واسطہ ساری جماعت سے قائم رہنا چاہیئے۔ بروقت کا لفظ بہت اہم ہے۔ بعض دفعہ چندہ وصول کرنے والے جماعت کے مختلف افراد تک پہنچتے تو ہیں لیکن بروقت نہیں پہنچتے۔ مثلاً ایک سال گزرنے کو ہے۔ گیارہ مہینے ہو گئے ہیں اور سیکرٹری مال اچانک جاگ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ او ہو ہو! ابھی تو میری کافی رقم وصول ہونے والی ہے۔ وہ پھر دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ پہنچ تو جاتا ہے لیکن وقت پر نہیں پہنچتا۔ اگر پہلے مہینے میں پہنچے تو بالعموم ہمارا یہ تجربہ ہے کہ پھر کسی شخص نے جتنا چندہ دینا ہوتا ہے سال کے آخر تک اس سے زیادہ دیتا ہے۔ پیچھے نہیں رہا کرتا تو نظام جماعت میں جو چندہ وصول کرنے کا نظام ہے اس کو مستحکم کرنا بہت ہی اہم کام ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ

وہ نظام جس کا تعلق اخلاص کا معیار بڑھانے سے ہے وہ ساتھ ساتھ متعدد ہو کر قدم قدم چلے بلکہ آگے بڑھ کر چلے

اور اگر اخلاص کا معیار بڑھانے والا نظام یعنی تعلیم و تربیت کا نظام اور نمازوں پر قائم کرنے کا نظام جو تربیت کا ہی حصہ ہے اور خدا سے تعلق بڑھانے کا نظام، یہ نظام اگر پوری طرح مستعدی کے ساتھ عمل پیرا ہو تو پھر چندہ وصول کرنے والے نظام میں کمزوریاں بھی رہ جائیں تو اتنا نقصان نہیں ہوا کرتا۔ اخلاص بڑھ جائے تو چندہ پیچھے سے مال کا بار دو بعض دفعہ ابتداء سے اور جا تیوں سے باہر آ جاتا ہے حالانکہ پیچھے سے مطالبہ بھی نہیں کی ہوتی، بالکل یہی کیفیت اخلاص کی ہے۔ اگر خدا سے محبت بڑھ جائے، انسان نمازوں پر قائم ہو جائے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ سے پیار اور تعلق قائم ہو جائے تو پھر

انسان از خود بغیر تحریک کے بھی ادا کرتا ہے تو یہ دونوں چیزیں ہیں جن کو جماعت کے مالی نظام کو مستحکم کرنے کیلئے ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہوگا اور ایک تیسری چیز جس کا اخلاص سے بھی تعلق ہے لیکن اس کو عموماً اخلاص کے دائرے میں شمار نہیں کیا جاتا وہ دیانتداری ہے۔

دیانت اس سارے نظام کو مضبوطی بخشتی ہے

اگر دیانت نہ ہو تو اخلاص بھی ہو اور مالی نظام مضبوط بھی ہو تب بھی لوگ چندہ دینے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ عالم اسلام کی آج جو بہت بڑی بدنصیبی ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ہمیں مستثنیٰ رکھا ہوا ہے اس میں ایک یہ مابہ الامتیاز ہے کہ باقی عالم اسلام کو وہ دیانت نصیب نہیں ہے اور اس میں باوجود اس کے کہ بہت سے لوگ ہیں جو قربانی کرنے کی تمنا رکھتے ہیں اور بے شمار روپیہ بھی ان کے پاس ہے وہ اس وجہ سے نہیں دیتے کہ ان کو پتہ ہے کہ جو دیں گے کھا جائیں گے تو جب اعتماد ہی نہ رہے کہ جس مقصد کے لئے خرچ کیا جا رہا ہے وہ اس مقصد کو پہنچے گا تو دل قربانی کے لئے کھلتا نہیں ہے تو جماعت احمدیہ کی کامیابی کا راز اور نظام جماعت کے استقامت کا جو مرکزی راز ہے وہ دیانت میں ہے۔ اخلاص کے نتیجہ میں چندہ آئے گا۔ مال کا نظام مضبوط ہوگا تو چندے کو سنبھالا جائے گا لیکن اگر دیانت کا فقدان ہو جائے تو یہ دونوں باتیں بالکل بیکار اور باطل ہو جائیں گی۔ کوئی بھی ان کی حیثیت نہیں رہے گی۔ پس ہمارے آڈٹ کے نظام کو بھی مستعد ہونا چاہیئے اور بالعموم

جماعت کا دیانت کا معیار اونچا کرتے رہنا چاہیئے

میری نظر تو اس پر پڑتی ہے کہ مجھے مالی لین دین میں کتنی شکایتیں بددیانتی کے متعلق پہنچتی ہیں۔ اس کو میں بڑے غور اور فکر سے دیکھتا ہوں اور اس سے اندازہ لگاتا رہتا ہوں کہ اس وقت جماعت کی کیا حالت ہے۔ وہ لوگ جو اپنے ذاتی لین دین میں بددیانتی اختیار کر جائیں جب وہ جماعتی لین دین میں ملوث ہوں گے تو ابتداءً وہ بددیانتی نہیں کریں گے کیونکہ کچھ لوگ فرق کرتے ہیں اور یہ ایک طبعی بات ہے۔ مثلاً ایک شخص کوئی بات کہہ رہا ہو۔ آپ کہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو تو وہ کہتا ہے: ہیں! میں آپ کے سامنے بھی جھوٹ بولوں گا؟ یہ بات بھول جاتا ہے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے سامنے جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں کر رہا لیکن ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہتا ہے کہ توبہ توبہ! میں آپ کے سامنے بات کر رہا ہوں، میں آپ کے سامنے بھی جھوٹ بولوں گا؟ تو اس نفسیاتی رجحان کے پیش نظر کئی لوگ بددیانت بھی ہوں تو جماعت کے معاملہ میں احتیاط کرتے ہیں اور جماعت کے معاملہ میں چندہ کھانے کیلئے ان کو حوصلے نہیں پڑتے لیکن جب معیار اور گر جائے تو پھر یہ باتیں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ اب تو یہ ہے کہ اکا دکا چندہ دینے والوں میں سے شاید کسی ایک کو شکایت پیدا ہو کہ اس کا پیسہ کسی نے جماعت کے خزانہ میں داخل کرانے کی بجائے خود استعمال کر لیا لیکن

اگر جماعت کی دیانت کا معیار اتنا نہ رہا جتنی کہ ہم توقع رکھتے ہیں

تو خطرہ ہے کہ پھر یہ باتیں عام شروع ہو جائیں گی اور اگر خدانخواستہ یہ شروع ہو گیا تو پھر نظام جماعت کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی تو دعا بھی پھر اس بات کو بھی داخل کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اخلاص کا معیار بھی بلند رکھے۔ ہمارے مالی نظام کو بھی مضبوطی عطا فرمائے۔ استقامت بخشے۔ ان کو طاقت بخشے محنت کی توفیق بخشے کہ وہ ہر وقت جماعت کو مالی قربانی کی یاددہانی کراتے رہیں اور ہمیں دیانت کا بلند معیار عطا فرمائے۔ یہ تینوں چیزیں اتنے بلند معیار کی ہوں کہ خدا کے نزدیک ہمارا باغ ربوہ پر قائم ہو جائے۔ اس بلندی پر قائم ہو جائے جس پر قرآن کی نظر پیار سے پڑ رہی ہے جس پر قرآن کے خدا کی نظر پیار سے پڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید کا مرتب کردہ خطبہ ھذا ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

(ادارہ)

دلائل و مسکت جوابات

قسط نمبر (۱۱)

راہِ ھدیٰ

تحریر ——— ایم۔ کے خالد

دیوبندی عالم مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے رسالہ "قادیانیوں کو دعوتِ اسلام" کے جواب میں ——— (از ۱/۹)

فصل دوم

قادیانی بعثت کے آثار و نتائج

لدھیانوی صاحب نے فصل دوم کا مذکورہ بالا عنوان دے کر اس کے نیچے لکھا ہے کہ "محمد رسول اللہ کا دنیا میں دوبارہ آنا اور پھر قادیان میں مبعوث ہو کر مرزا غلام احمد کی شکل میں ظاہر ہونا) اپنے جلو میں اور بھی چند ایک عقائد رکھتا ہے جن کے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے لوگ قائل ہیں ان سے پہلے دنیا کا کوئی مسلمان ان کا قائل تھا نہ اب ہے بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ ان عقائد کو کفر صریح سمجھتی رہی ہے۔" (صفحہ ۹)

گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے روشن ہو گیا ہو گا کہ لدھیانوی صاحب کے ہر دعویٰ کی بنیاد ہی لغو، فضول اور بے معنی ہے جو محمد کا تصور جماعتِ احمدیہ میں موجود نہیں اس لئے مولوی صاحب کا دعویٰ باطل ہو گیا ہے۔ جہاں تک ظلی بروزی بحث کا تعلق ہے نہ صرف دوسرے علماء بلکہ مولانا کے اپنے پیر و مرشد بھی ان اسلامی اصطلاحوں کا بے دریغ استعمال کرتے تھے پس جب بنیاد ہی ملیا میٹ ہو گئی تو ان اعتراضات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ پس اس خیال سے کہ لدھیانوی صاحب اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ذیلی اعتراض اصل اعتراض سے مضبوط تھا ہم ان کے اعتراضات کے شاخسانوں کو ایک ایک کر کے زیر بحث لاتے ہیں۔

لدھیانوی صاحب نے اپنے مندرجہ بالا دعویٰ کی تائید میں تین ذیلی عنوان لگائے ہیں جنہیں وہ عقیدہ کے طور پر پیش کرتے ہیں جو ان کے خیال میں "وہ تمام اُمت مسلمہ کے نزدیک کفر صریح ہے"۔

عقیدہ نمبر (۱)

"خاتم النبیینؐ کے بعد عام گمراہی"

لدھیانوی صاحب مذکورہ بالا عنوان درج کر کے لکھتے ہیں "یہ تو سب جانتے ہیں کہ کسی نبی کے آنے کی ضرورت تب لاحق ہوتی ہے جبکہ پہلی نبوت کی لائی ہوئی ہدایت دنیا سے یکسر غائب ہو جائے اور دنیا اس طرح عام گمراہی کی لپیٹ میں آجائے کہ نہ دنیا میں گذشتہ نبی کا لایا ہوا دین محفوظ رہے اور نہ اس پر کوئی عمل کرنے والا باقی رہے" (صفحہ ۹)

قارئین کرام! لدھیانوی صاحب نے رسالہ کا نام رکھا ہے "قادیانیوں کو دعوتِ اسلام" لیکن خود خلافِ اسلام اور خلاف قرآن خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اسلام کی بنیاد قرآن کریم پر ہے اور مذکورہ بالا اقتباس کا ایک ایک فقرہ قرآنِ کریم کی واضح آیات کے خلاف ہے۔ ہم یہ تو نہیں سمجھتے کہ لدھیانوی صاحب قرآن کریم نہیں پڑھتے خواہ سطحی نظر سے ہی پڑھتے ہوں لیکن پڑھتے تو ضرور ہوں گے چاہے بصیرت سے عاری نظر سے پڑھتے ہوں۔ کیونکہ لدھیانوی صاحب بڑے عالم اور مذہبی کتب کے مصنف ہیں اس لئے یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ عمداً جھوٹ بول کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ بات مسلمان بچے، عالم، جاہل سب کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کی درخواست پر حضرت ہارون کو خلعتِ نبوت عطا کی گئی لہٰذا حضرت ہارونؑ کا نبی بننا لدھیانوی صاحب کے دعویٰ کی تکذیب اور تردید کر رہا ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نبی تھے اور آپ کی زندگی ہی میں آپ کے دونوں بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ نبوت بخش دی تھی حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ بھی نبی تھے اور حضرت یوسفؑ کے قصے سے کون واقف نہیں ہو گا کہ حضرت یعقوبؑ کی زندگی میں ہی منصب نبوت پر سرفراز فرمائے گئے۔ اس قرآنی شہادت کے بعد کونسا مسلمان ہے جو ان مولوی صاحب کی گواہی کو قبول کرے گا۔

حضرت داؤد نبی تھے ان کے ہوتے ہوئے حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ نبوت عطا کی۔

قارئین اکرام! مثالیں ہو گئی ہیں۔ ہم صرف اتنا گوش گذار کرنا چاہتے ہیں کہ اگر لدھیانوی صاحب بے باکی سے کام لیتے ہوئے یہ عقیدہ پیش کریں کہ مذکورہ بالا انبیاء میں سے کسی دو نے بھی بیک وقت نبوت کا زمانہ نہیں پایا اور یہ اصرار کریں کہ پہلے کے وصال کے بعد پھر نبوت ملی یا باپ کے وصال کے بعد بیٹے کو نبوت عطا کی گئی۔ اس سے ہمارے مسلک میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضرت اسحاقؑ کو اس وقت نبی بنایا گیا جب کلیتہً امت بگڑ چکی تھی اور کیا موسیٰؑ کے ہوتے ہوئے حضرت ہارونؑ کو اس وقت نبی بنایا گیا جب حضرت موسیٰؑ کی اُمت بگڑ چکی تھی کیا حضرت سلیمانؑ کو اس وقت نبی بنایا گیا جب حضرت داؤد کی اُمت میں بگاڑ پیدا ہو چکا تھا اور کیا حضرت یعقوبؑ کو اسی وقت نبی بنایا گیا تھا جب حضرت اسحاقؑ پر ایمان لانے والے گمراہ ہو چکے تھے۔ اور کیا حضرت یوسفؑ کو اسی وقت نبی بنایا گیا جب حضرت یعقوبؑ کی تعلیم کو آپ کے متبعین نے یکسر بھلا دیا تھا۔

قارئین کرام! دیکھ لیجئے کہ ظاہری علم کے ہوتے ہوئے جب کوئی جہالت سے کام لے تو کیسی کیسی سر دردی کا موجب بنتا ہے ایسے اعصاب شکن مولوی شاذ شاذ ہی دیکھنے میں آتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا" (المائدہ: ۴۵)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی اس تورات میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا تورات کی اتباع کرنے والے انبیاء یہودیوں کے لئے تورات کی تعلیم کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں اصولی طور پر خدا تعالیٰ نے ثابت کر دیا ہے کہ کتاب کے ہوتے ہوئے اس کی تبدیلی کے بغیر خدا تعالیٰ نے اُمت کی مزید اصلاح احوال کی خاطر کثرت سے انبیاء بھجوائے۔

قرآنی حوالوں کے بعد اب ہم مولانا صاحب کو ان کے بزرگ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی کتاب "ختم نبوت" میں پیش کردہ یہ حدیث یاد دلاتے ہیں۔ مفتی صاحب نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد بن حنبل، ابن ماجہ ابن جریر اور ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ایک حدیث درج کی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

"كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ"

(ختم نبوت حصہ دوم حدیث نمبر ۲ صفحہ ۵ از مفتی محمد شفیع دیوبندی طبع دوم دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ مطبوعہ علمی پریس دہلی)

مفتی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا۔" اسی طرح مولوی صاحب کے فرقہ کے جدِ امجد حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قرآن و حدیث کے مطالعہ کا ماحصل یوں پیش کرتے ہیں کہ "حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ تک جتنے نبی ہوئے سب تورات ہی پر عمل کرتے رہے۔" (ہدیۃ الشیعۃ صفحہ ۲۵ مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی)

قارئین کرام! لدھیانوی صاحب کے بیان کی تردید کے لئے مندرجہ بالا امور

پر نگاہ ڈالیں کر آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا وہ ایسی واضح باتوں سے ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں۔

لدھیانوی صاحب مذکورہ بالا عنوان کے تحت دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ "مرزا صاحب کے عقیدہ بعثت ثانی کو تسلیم کرنے سے پہلے یہ بھی ماننا ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بعثت میں جو کچھ لے کر آئے تھے وہ بعثت ثانی کا دور شروع ہونے سے پہلے صفحہ ہستی سے غائب ہو گیا تھا نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اپنی اصلی شکل میں کہیں موجود تھا نہ اس کے سمجھنے سمجھانے والا ہی دنیا میں کوئی باقی رہا تھا۔ مختصر یہ کہ مرزا صاحب کی قادیانی بعثت جو ان کے نزدیک محمد رسول اللہ کی دوسری بعثت ہے کا عقیدہ تب ممکن ہے جب کہ پہلے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی بعثت کا ادر بجھ چکا تھا۔ آپ کی رسالت و نبوت کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ اس آفتاب رسالت کے بعد بھی دنیا میں عام تاریکی پھیل چکی تھی اور آپ کے بعد بھی پوری کی پوری دنیا گمراہ ہو چکی تھی یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط برا ہے یا بھلا اس کا فیصلہ بھی آپ عقل خدا داد سے خود ہی کیجئے۔ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ یہ عقیدہ بھی کسی زمانہ میں کسی مسلمان کا نہیں رہا نہ ہو سکتا ہے۔" (صفحہ ۱۰۹)

قارئین کرام! لدھیانوی صاحب کے اعتراض کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ اور مہدی معہود و مسیح موعود کے آنے کو ظلی اور بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے انکار پر ہے جس کے لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ فصل اوّل کو دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ اگر ہمارا یہ عقیدہ "صریح کفر" ہے تو پھر لدھیانوی صاحب کے جن مسلّمہ بزرگوں اولیاء اور علماء کے حوالہ جات فصل اوّل میں درج ہیں ماننا پڑے گا کہ ان سب بزرگوں نے بھی "صریح کفر" کا ارتکاب کیا ہے۔

جناب لدھیانوی صاحب نے جب پہلی اینٹ ہی کج رکھ دی تھی تو اب جوں جوں عمارت کھڑی کرتے جا رہے ہیں ٹیڑھی ہوتی جا رہی ہے ایسے احمقانہ خیال پیش کر رہے ہیں کہ حیرت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو کر اور امام مہدی کی بعثت اور علیہ السلام کے نزول کا قائل ہو کر اس قسم کی لغویات کہنے کی ان کو جرأت کیوں ہو گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ امام مہدی اور عیسیٰ کیوں تشریف لائیں گے اگر سب کچھ ٹھیک ہے تو کیا مولوی صاحب کا سر پھر چکا ہے کہ پھر بھی ان کی آمد کے قائل ہیں۔ جماعت احمدیہ تو حضرت مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ان معنوں میں تسلیم ہی نہیں کرتی۔ جو مولوی صاحب کر رہے ہیں کہ من و عن دوسرا احمد پیدا ہو جائے گا (نعوذ باللہ) اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے جماعت احمدیہ تو سوائے اس کے اور معنی نہیں لیتی کہ آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق امام مہدی کا آنا اور مسیح کا نازل ہونا گویا آپ کی بعثت ثانیہ ہی ہے۔ پس ہمارا تو یہی عقیدہ ہے اس پر اگر مولوی صاحب نے حملہ کرنا ہے تو پہلے مسیح اور مہدی کی بعثتوں کا انکار کریں ورنہ ان کا یہ حملہ ان کی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ان کی اس جاہلانہ تحریر کا سب سے زیادہ تکلیف دہ اور پُر عذاب پہلو یہ ہے کہ در حقیقت احمدیت پر حملہ کرنے کی بجائے حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر حملہ کر رہے ہیں آپ کی پیشگوئیوں پر حملہ کر رہے ہیں اور اس بات کو ذرا بھی محسوس نہیں کرتے اور یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں مسیح اور مہدی کے آنے کی ضرورت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی ہے اور جس کے بعد کسی مسلمان کو یہ حق ہی نہیں رہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کی شریعت کے کامل ہو جانے کے باوجود مہدی اور مسیح کی آمد سے انکار کرے۔ اور آپ کی پیشگوئیوں کو تخفیف کی نظر سے دیکھے اور ان سے استہزاء کا سلوک کرے۔

قارئین کرام! اُمت محمدیہ کی اکثریت کے بگڑ جانے اور اس کے باہم اختلافات کا شکار ہونے کی پیشگوئیاں احادیث نبویہ میں بھری پڑی ہیں۔ اسلامی شریعت تو قیامت تک محفوظ رہے گی۔ لیکن اس شریعت کے ماننے والوں کے گمراہی سے محفوظ ہونے اور فرقہ بندی سے بچے رہنے کی خبر کہیں موجود نہیں لیکن افسوس! کہ لدھیانوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے بعد کسی زمانہ میں عام گمراہی کا اقرار "صریح کفر" ہے ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔

سورۃ جمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کی تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

(۱): "لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ"

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ جمعہ)

ترجمہ:- اگر ایمان زمین سے پرواز کر کے ثریا ستارے تک بھی جا پہنچا تو اس قوم میں سے ایک شخص یا بعض اشخاص ایسے ہوں گے جو اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔

(۲): "يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ"

(مشکوٰۃ کتاب العلم صفحہ ۳۱۲ مکتبہ امدادیہ ملتان طبع اوّل)

ترجمہ:- لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے ان کی مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہوں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے بالکل ویران ہوں گی اس زمانہ کے لوگوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہی سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں واپس جائیں گے۔

(۳):- "لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ"

(بخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم)

ترجمہ: اے مسلمانو تم پہلی قوموں کے حالات کی پیروی کرو گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے مشابہ ہوتا ہے اس طرح تم پہلی قوموں کے نقش قدم پر چلو گے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے آپ نے فرمایا اور کس کے؟

(۴):- "اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً"

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

ترجمہ:- بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری اُمت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ان تہتر میں سے سوائے ایک فرقہ کے باقی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے۔

(۵): "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ"

(ترمذی ابواب الشہادات باب ماجاء فی شہادۃ الزور)

ترجمہ:- بہترین لوگ میری صدی کے ہیں پھر دوسری اور پھر تیسری صدی کے اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آخری زمانہ میں اُمت میں ظاہر ہونے والے فسادات کا جس تفصیل سے نقشہ کھینچا ہے اسے کفر کہنے والا کم بخت خود کیا کہلائے گا۔ جہالت اور حماقت جب مرکب ہو جاتی ہیں تو ایسا ایسا مولوی پیدا ہوتا ہے کہ جو حملہ کرتے وقت یہ بھی نہیں سوچتا کہ اس کا رُخ کس طرف ہے؟

تمام مشاہیر نے جو اس زمانے میں گمراہی کے نقشے کھینچے ہیں جو لدھیانوی صاحب کے نزدیک "کفر صریح" ہے اس کی چند مثالیں بتا کر اس فصل کو ہم ختم کرتے ہیں۔

لدھیانوی صاحب کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان بھی اُمت محمدیہ میں عام گمراہی کے پھیل جانے کا قائل نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اسے "صریح کفر" قرار دیتے ہیں۔ آیئے ان کے اس دعویٰ کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ لدھیانوی صاحب کے بقول کون کون مسلمان اس صریح کفر کا مرتکب ہوا ہے۔

(۱):- مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے ۱۸۷۹ء میں اپنی مشہور مسدس میں لکھا ہے

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدس حالی بند نمبر ۱۰۸)

پھر اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:-

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر

(باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۰ پر)

قسط نمبر (۴) (آخری)

واقفین نو کے والدین کیلئے ضروری ہدایات

از:- محترمہ خورشید عطا صاحبہ کراچی (پاکستان)

چھٹا دور:- ۲ سال سے ۵ سال کی عمر تک۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ بچہ تقلیدی جبلت کے تحت ہر وہ چیز سیکھے گا جو وہ دیکھتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کی قوت حافظہ بہت تیز ہوتی ہے اسے ایک غیر معمولی طاقت (ENERGY) ہوتی ہے جس کو وہ ہر وقت حرکت کی حالت میں رہ کر مسلسل بول کر خارج DISCHARGE کرتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے سیکھتا ہے اور ان تجربات کو زندگی بھر کے لئے محفوظ کر لیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی مکمل تربیت کا آغاز گھر کے ماحول اور افراد خانہ کے عملی نمونہ اور کردار سے ہو جاتا ہے۔ اس کی شخصیت پر براہ راست گہرا اثر ثبت ہو جاتا ہے۔

اگر مندرجہ ذیل نکات بھی مد نظر رکھے جائیں اور ذرا سی احتیاط برتی جائے تو مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ مثلاً

حسد سے بچانے کیلئے سب بچوں سے یکساں سلوک کریں۔ واقف نو کو غیر ضروری ترجیح نہ دیں تاکہ وہ نہ تو احساس برتری کا شکار ہو اور نہ ہی دوسرے بہن بھائی احساس کمتری کا شکار ہوں۔ اور نہ ہی واقف نو کمتری کا شکار ہوں۔ اور نہ ہی واقف نو کمتری کا شکار ہو کر دوسرے بچوں سے حسد کرنے لگے۔ اور زیادہ شدید حالات میں نفرت کرنے لگے۔ زیادہ سے زیادہ غیر معمولی رویہ ABNORMALITY صرف نفرت اور محبت کے درمیان کشمکش کی حالت میں پیدا ہوتی ہے) اس عمر میں ذہنی بصیرت کا فقدان ہونے کی وجہ سے بعض اوقات وہ معاملہ کی اصل نوعیت کو سمجھے بغیر احساس محرومی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کے اثرات ساری عمر باقی رہتے ہیں۔

ضد سے بچانے کے لئے اسے مناسب توجہ دیں۔ اگر بچہ NEGLECT (بے توجہگی) کی وجہ سے ضد کرتا ہے۔ ضد کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔ اگر جائز یا بے ضرر خواہش ہو تو جلد پوری کر دیں۔ دوسری صورت میں اس کی تشفی کسی اور صورت میں کی جائے۔ اگر بفرض محال بچہ ضد پر اتر ہی آئے تو اس کی ضد پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ بات اسی انداز میں منوانے کا عادی ہو جائے گا۔ ایک ماہر نفسیات PARLOVE کی زبان میں ضد کی CONDITIONING یعنی فطرت ثانیہ بن جانے کا خطرہ لاحق رہے گا۔

وقت صبر کا اہم جز ہے۔ یہ وقت جتنا طویل ہوگا اتنا ہی صبر کا مادہ پیدا ہوگا۔ مثلاً کیلا خرید اگیا ہے۔ بچہ فوراً مانگے گا۔ اسے سمجھائیں کہ یہ دھوئے جائیں گے پھر کھانے کے بعد کھائے جائیں گے۔ اسی طرح باقی مطالبات بھی کبھی جلد پورے کریں کبھی دیر سے اور بعض مطالبات نہ بھی پورے کریں۔ مثلاً چاند کا مطالبہ جو کبھی پورا ہو ہی نہیں سکتا۔

دوسرا طریق یہ ہے کچھ مقدار چیز کی بچہ کو دے دی جائے اور باقی کیلئے اُسے سمجھائیں کہ اب دو پہر ملے گی یا شام کو ملے گی۔ اس انتظار میں صبر کرنا سیکھ جائے۔ کبھی اسے کہا جائے کہ دوسرے بہن بھائی اسکول سے واپس آئیں گے تو اس وقت چیز ملے گی۔ اس طریق سے اسے صبر کرنے کے ساتھ دوسروں کے ساتھ SHARE (حصہ بانٹنے) کرنے کی عادت بھی پڑے گی۔ مل جل کر۔ بانٹ کر کھانے کی تربیت بھی ملے گی۔

صبر اتنا زیادہ نہ کروایا جائے کہ بچہ ضد پر آجائے۔ اس موقع پر انفرادی اختلافات کے نظریہ کو مد نظر رکھا جائے۔ کوئی بچہ زیادہ دیر تک صبر کر سکے گا۔ کوئی تھوڑی دیر اور کوئی بے صبر بچہ ضد پر آجائے گا۔

غصہ برداشت کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے بچے کو غصہ کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔ ضد میں رونا در اصل غصہ کی علامت ہے جس کا تذکرہ محفوظ رکھنے کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس لئے غصہ سے بچانا در حقیقت اس کیفیت کا موقع ہی نہ آنے دینا ہے۔ اسی طرح دیگر منفی جذبات پر قابو پانے کا ایک طریقہ یہ ہی ہے کہ بچہ اس AGITATED STATE (بھڑکی ہوئی حالت) سے ناآشنا ہی رہے۔ بھڑکے ہوئے جذبوں کو کنٹرول کرنا مشکل ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ان کو مشتعل نہ ہونے دیا جائے۔ منفی جذبوں کے لئے ارتقائی CHANNALS (راستے) ڈھونڈنے ہوں گے۔ بعد میں سیلاب پر بند باندھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا۔

عزم و ہمت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کی بے ضرر سرگرمیوں میں روک ٹوک نہ کی جائے۔ بلکہ انہیں آسانی بہم پہنچائی جائے اور رہنمائی کی جائے۔ مثلاً ہر بچہ کو سیڑھیاں چڑھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اور ہر ماں اس موقع پر خوف زدہ ہو جاتی ہے۔ جونہی بچہ رینگنا شروع کرتا ہے۔ وہ سیڑھیاں چڑھنا چاہتا ہے۔ بعض دفعہ چوٹ بھی لگ جاتی ہے۔ ایسے موقع پر چیخ و پکار اور وحشت کا اظہار نہ کریں بلکہ حوصلہ افزائی کریں۔ خود حفاظت کے لئے تیار رہیں۔ گرنے پر واویلا کرنا۔ پریشانی کا اظہار اس کو پست ہمت بنا دے گا۔ بے ضرر سرگرمیوں پر خواہ مخواہ ٹوکنے سے خوف دلانے اور ڈرانے سے بچہ بزدل ہو جائے گا یعنی عمر کش مکش کا شکار رہے گا۔ کوئی بھی نیا قدم اُٹھانے اور کوئی کام شروع کرنے سے قبل تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ خوف کا احساس اس پر غالب رہے گا۔

غنا پیدا کرنا اور صبر کا جذبہ پیدا کرنا تقریباً ہم معنی چیزیں ہیں۔ بعض مائیں بچوں کا ندیدا پن دور کرنے کے لئے انہیں سیر کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن اس سے لالچ اور ہوس پیدا ہوتی ہے۔ لالچ اور ہوس سے محفوظ کرنے کے لئے صبر کی تربیت ہی کافی ہے۔ موجودہ دور میں بچہ کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے نتائج بالکل منفی پیدا ہوتے ہیں۔ بچہ کی ہر خواہش پوری کرنے کے نتیجہ میں لالچ ہوس بے صبری بعد میں ضد۔ غصہ نفرت سب اسی وجہ سے ہے۔

بچے کی ہر خواہش پوری کرنے کے نتیجہ میں بچہ عملی دُنیا میں ناکام انسان بھی ثابت ہو سکتا ہے اور احساس محرومی کا شکار بھی۔ کیونکہ حقیقی دُنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ جو خواہش پیدا ہو وہ پوری بھی ہو۔ بلکہ ہر جگہ رکاوٹ میں ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جد و جہد کے بعد بھی ضروری نہیں کہ ۱۰۰٪ کامیابی حاصل ہو۔

اس لئے بچہ کو تربیت دینی ہوگی کہ اس دُنیا میں تمام خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے اور کوئی نہیں ہوتی۔ اس لئے بڑی حکمت عملی کی ضرورت ہے کہ بچہ ضد بھی کرے اور مثبت انداز میں اس بات کو قبول کرے کہ کبھی کبھی کوئی چیز نہیں بھی ملتی۔

قناعت بھی مندرجہ بالا نکتہ سمجھنے سے ہی پیدا کی جا سکتی ہے۔ بچہ کو جو دینا ہے وہ دے کر سمجھا دیں کہ بس تمہارا حصہ اتنا ہی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ملے گا۔ جب وہ اپنے حصہ پر اکتفا کرنا سیکھ لے گا اس میں آہستہ آہستہ قناعت کرنے کی عادت بھی پیدا ہو جائے گی۔

امانت و دیانت کی صفت بچہ کی صفت سے فی الحال باہر ہے۔ مگر وہ سیکھ سکتا ہے کہ جب کوئی کھلونا یا کوئی چیز جب اسے دی جائے کہ اس سے کھیلو۔ کھیلنے کے بعد اس سے مانگ لیں اسے یقین دہانی کرا دیں جب چاہے گا مل جائے گی۔ دوبارہ دیں پھر واپس لیں .... اس طریقہ سے وہ رکھی ہوئی چیز یا لی ہوئی چیز واپس دینا سیکھ لے گا۔

اطاعت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی بات بھی حکمت عملی سے منوائی جائے ورنہ اس دور میں اطاعت گزار والدین پائے جاتے ہیں بچے نہیں۔ ادھر بچے نے کوئی مطالبہ کیا ادھر اسے پورا کر دیا گیا۔ اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ بچہ سے چھوٹے

چھوٹے کام کروائیں چاہئے بلا ضرورت نہ ہوں۔ مثلاً یہ چیز وہاں رکھ دو۔ وہ چیز لے آؤ۔ اس چیز کو نہ چھیڑو۔ اس قسم کی پریکٹس سے اُسے کہنا ماننے کی عادت ہوگی۔

مانٹی سوری طریقہ تعلیم کی خوبیوں کو اپنانا ہوگا اور اس کی خامیوں کو دور کرنا ہوگا۔ مندرجہ بالا تعلیمی و تربیتی و اخلاقی اور دینی اُمور پر مبنی خصوصیات کو مثبت مانٹی سوری طریقہ تعلیم سے ہم آہنگ کرکے ایک نیا تعلیمی طریقہ بالنصاب بنانا ہوگا۔ مانٹی سوری طریقہ تعلیم کی ایک بڑی خامی جو اس کا بنیادی طریقہ تدریس ہے۔ وہ یہ ہے کہ بچوں کو بالکل کھلی فضا بغیر کسی دباؤ اور تحکم (DIRECTION) کے مہیا کی جاتی ہے تاکہ بچوں کے جوہر کھلیں اور خود اعتمادی پیدا ہو لیکن اس طریقہ تدریس کی اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان میں اطاعت کرنے کا مادہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ وہ اپنی جبلی تقاضوں کے مطابق سکول میں وقت گزارتے ہیں ان کے جبلی تقاضوں کو TAME (تربیت سدھانا) نہیں کیا جاتا۔ اگر یہ جبلی تقاضوں کو نشو ونما (FLOURISH) پانے کا موقع دیا جائے اور کوئی روک ٹوک نہ ہو تو بعد میں ان کو قابو کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ اس طرح کی فضا میں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ مگر یہ معاملہ "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" کا سا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ اس فضا میں لیڈر بنتے ہیں۔ سارے تو لیڈر نہیں بن سکتے جس میں فطری رجحان ہوگا اس کو مناسب ماحول ملے گا تو وہی بن سکے گا۔ اور اگر سارے لیڈر بن بھی جائیں تو سب "پاکستانی لیڈر" بنیں گے۔ افہام و تفہیم کا دور گزر چکا وقت کا تقاضا ان کی سمجھ سے بالاتر ہوگا۔

انہیں جبلی تقاضوں کے سیلاب بننے سے قبل ہی بند باندھنے ہوں گے۔ یہی تربیت کا زمانہ ہے۔ کیونکہ بچوں کو آزاد چھوڑنے سے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ منفی پہلو بھی پنپیں گے اور زور پکڑ جائیں گے۔

مثبت پہلوؤں کو (TRACE) تلاش کرکے ان کو اُبھارنا ہوگا اور منفی پہلوؤں کی حوصلہ شکنی کرنی ہوگی۔

اُستاد کو بڑی ہوشیاری سے یہ دیکھنا ہوگا کہ کون سا بچہ غصّے سے بے قابو (AGRESSIVE) ہو رہا ہے۔ اُسے تھوڑا (UNDER PRESSURE) دباؤ میں رکھنا ہوگا۔ کون سا بچہ دباؤ کا شکار ہو رہا ہے اُسے حوصلہ دلانا ہوگا اور ENCOURAGE کرنا ہوگا۔

ہر بچہ کو انفرادی توجہ دے کر اس کی ذہنی صلاحیت و جسمانی قوت کو اس کی استطاعت کے مطابق استعمال کرنا ہوگا۔

۵۔ ٹیسٹ کے بغیر بھی گہرے مشاہدے سے معلوم ہو جاتا ہے جب بچے کلاس میں ہوں یا کھیل رہے ہوں کہ کون سے بچہ میں کون سی صلاحیتیں نظر آرہی ہیں۔ ہر بچہ کے بارے میں ریکارڈ رکھا جائے اور پھر ساتھ ساتھ اس کے میلان اس کی ترقیات اور ان میں کمی بیشی اور ان کی وجوہات بھی معلوم کرکے ریکارڈ رکھی جائیں۔

ٹیچرز ترجیحی طور پر "ماں" نہیں OBJECTIVELY ہونی چاہیئے۔ تاکہ مشاہدہ کر سکے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ماں اپنے بچوں کے لئے جتنی شفیق ہوتی ہے۔ دوسرے بچوں کے لئے اتنی ہی نقاد ہوتی ہے۔

سب سے ضروری بات دعا ہے۔ ماں باپ ہر لمحہ بچوں کی دین و دنیا میں بھلائی کے لئے دعا کرتے رہیں۔ دعا سے دلوں میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ اے خدا اپنی اس راہ میں وقف نوج سے ان منصوبوں میں بڑھ چڑھ کر ترقی دے جو اس وقت محترم امام جماعت کے ذہن میں ہیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

"اس لیے میں نے گذشتہ سال یہ تحریک کی تھی کہ ہم غلبہ اسلام کی صدی میں داخل ہونے کیلئے اپنی منزل سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں...... اگلی صدی میں اللہ اور رسول کے عاشقوں کا ایک قافلہ داخل ہوگا...... یہ ایسے لوگ ہوں جن کے دل عشق الٰہی اور عشق مصطفیٰ سے معمور ہوتے ہوں جن کے خون میں یہ عشق و محبت جاری ہو چکی ہو۔"

راہِ ھدیٰ بقیہ صفحہ (۹)

نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

(مسدس حالی بند نمبر ۱۱۱)

صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

(مسدس حالی صفحہ ۵۳ مطبوعہ کشمیر کتاب گھر اردو بازار لاہور)

۲۔ ڈاکٹر علامہ اقبال مسلمانوں کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں:-

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

(بانگ درا زیر عنوان جواب شکوہ)

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(بانگ درا زیر عنوان جواب شکوہ)

۳۔ مشہور اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند مولوی نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ بڑے بڑے فقیہہ، یہ بڑے بڑے مدارس، یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری، خدا پرستی کا بجا رہے ہیں ردّ حق تائید باطل تقلید مذہب و تقلید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چندیں تشکل از برائے اکل ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم کا ردّ و کد فقط اسی حسد و کینہ کے لئے ہے نہ خدا کے لئے نہ امام کے لئے نہ رسول کے لئے۔ علم میں مجتہد مجدد ہیں۔ لاکن حق، باطل، حلال، حرام میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ غیبت، سب و شتم، خلعیت، دروغ، کذب و فجور افتراء کو گویا صالحات باقیات سمجھ کر رات دن بذریعہ بیان و زبان خلق میں اشاعت فرماتے ہیں۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۸)

۴۔ جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:-

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لئے یہ مسلمان ہیں۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ آرٹی پریس دہلی)

لدھیانوی صاحب کے بزرگ سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب مسلمانوں کی اکثریت کو باطل پر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ہم نام نہاد اکثریت کی تابعداری نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے۔"

(روزنامہ رزم لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۲۹ء)
(سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۱۶ از خان حبیب الرحمٰن خان کابلی)

لدھیانوی صاحب کے ایک اور بزرگ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے ایک دوست کی بات کو لطیف بات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اگر سوادِ اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جائیں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کے سوادِ اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبہ خیر کا وقت تھا ان لوگوں میں سے جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ "ثُمَّ یَفْشُو الْکَذِبُ" کا زمانہ۔ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ خیر القرون کے بعد شر میں کثرت ہوگی۔"

(ماہنامہ البلاغ کراچی جولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۵۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:-

"تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔"

شری کرشن دیو جی مہاراج اور ان کی تعلیمات

از مکرم خورشید احمد صاحب پربھاکر درویش قادیان

ہندوستان کے بہت بڑے اوتار شری کرشن دیو جی مہاراج آج سے قریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے "متھرا" میں پیدا ہوئے۔ ان ایام میں آپ کے پتا شری "واسو دیو جی" اور آپ کی ماتا "دیو کی جی" دونوں آپ کے حقیقی ماموں راجہ کنس کے جیل خانہ میں قید و بند کی دکھ بھری زندگی گذار رہے تھے۔ کیونکہ راجہ کنس کو جیوتشیوں نے بتا رکھا تھا۔ کہ تیرے راج پاٹ و تخت و تاج کو تباہ و برباد کرنے والا تیری بہن کا کوئی لڑکا ہوگا۔ اس لئے آنے والی بربادی کے مدِ نظر راجہ کنس نے بطور احتیاط اپنی بہن اور بہنوئی کو حبس دوام میں ڈال رکھا تھا۔ شری کرشن جی کی پیدائش سے پہلے آپ کے سات بھائی بہن موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے۔

کرشن جینتی

کہا جاتا ہے کہ آپ کی پیدائش ساون مہینے میں ہوئی تھی۔ جبکہ کرشن پکش کی اشٹمی روہنی نکشتر کے ساتھ ہوئی اور آدھی رات سے پہلے اور کچھ بعد میں بھی اس کی کلا موجود تھی۔ ایسے یوگ کو جینتی [illegible] کہا جاتا ہے اس یوگ میں آپ پیدا ہوئے (پدمنجری کوش) علم جیوتش کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایسے یوگ میں جبکہ سورج۔ چاند اور برہسپتی شُکر یا روہنی نکشتر میں ایک راشی میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ تو گرہن لازمی طور پر ہوتا ہے۔

آپ کی پیدائش کی رات بھیانک، اندھیرا۔ بادل۔ برسات اور ماحول انتہائی خوفناک تھا۔ آپ کے پتا جی اس خطرناک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق جمنا کے اس پار گوکل کے علاقہ میں "نند" نامی گوالے کے ہاں آپ کو پہنچانے اور ان کی نوزائیدہ لڑکی کو متھرا کے جیل خانہ میں لانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ معصوم نوزائیدہ لڑکی شری کرشن جی کی جگہ موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔ بہرحال چوری چھپے منصوبہ کے تحت ظاہری اسباب و حالات اور تدابیر و احتیاط سے کام لے کر کامیابی حاصل کی گئی۔

ہندوؤں میں کرشن جی مہاراج کو ترلوکی ناتھ اور قادرِ مطلق خدا مانا جاتا ہے مگر ان کی پیدائش کا واقعہ ان کی بشریت پر دلالت کرتا ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ ظاہری اسباب سے فائدہ اٹھایا گیا۔ شری کرشن جی کی زندگی میں ہزاروں ایسے واقعات نظر آتے ہیں۔ جن سے موقعہ و محل کے مطابق فائدہ اٹھا کر آپ نے کامیابی حاصل کی۔ ایسا ہی آپ کی وفات بھی ایک شکاری کے تیر لگنے سے ہوئی۔ وفات بھی آپ کے قادرِ مطلق خدا نہ ہونے بلکہ محض ایک انسان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

شری کرشن جی گوکل میں "نند اور یشودھا" گوالے کے ہاں بحیثیت فرزند پرورش پا کر بڑھے۔ پھولے اور پھلے۔ جب کنس کی تباہی و بربادی کا موعود وقت آ گیا۔ تو وہ ظالم و جابر پاپی راجہ آپ کے ہاتھوں قتل ہو کر برباد ہو گیا۔ وہ تمام بے گناہ لوگ جو اس وقت راجہ کنس کے جیل خانوں میں قید تھے۔ رہا کر دیئے گئے۔ ہر طرف امن و شانتی کی ہوا چل پڑی۔ لوگ آزاد اور پرسکون سماج میں زندگی گذارنے لگے۔

اعتراض کرنے والے عام طور پر تاریخی حوالہ سے انبیاء علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں۔ کہ اوتار اور نبی آ کر جنگ برپا کرتے ہیں یہ کہنا برحق نہیں۔ البتہ اوتاروں اور پیغمبروں کے آنے پر حق اور باطل کی جنگ شروع ہو جایا کرتی ہے۔ اوتاروں کے ذریعہ حق غالب آتا ہے۔ اور باطل بھاگ جایا کرتا ہے۔ ظاہری جنگ میں نبیوں کو مجبور کر کے جنگ میں گھسیٹا جاتا ہے۔ ساری تاریخیں اس پر گواہ ہیں۔

جنگ مہابھارت

شری کرشن کے بے شمار اصلاحی کارناموں میں سے ایک نہایت ہی اہم کارنامہ "جنگ مہابھارت" ہے یہ جنگ اس زمانے کی طویل ترین اور نہایت مہلک جنگ تھی جو مسلسل اٹھارہ روز تک لڑی گئی۔ جس میں پینتیس لاکھ ..... ۳۵ جوان مارے گئے۔ متھرا۔ اندرپرست (ہستناپور) کوروکشیتر اور دیگر علاقوں کے اکثر گھرانے بیواؤں سے بھر گئے۔ لاکھوں بچے بچیاں یتیم ہو گئے۔ علاقے کے اخلاقی، تمدنی اقتصادی۔ معاشرتی۔ اور سوشل حالات کا توازن اس قدر بگڑ گیا کہ وہ پھر نہ سنبھل سکا۔

جنگ سے شری کرشن جی مہاراج نے کورو۔ پانڈو دونوں فریقین میں صلح کرانے کی بہت تمام کوششیں اور ذاتی اثر و رسوخ اور دونوں سے رشتہ داری کے تعلقات صرف کر دیئے لیکن کوروؤں کی ہوس ملک گیری تعصب اور گھمنڈ کے سامنے تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ چونکہ پانڈو مظلوم اور حق پر تھے۔ اس لئے آپ نے مظلوم حق سے محروم فریق کا ساتھ دیا۔ اور خدائی فرمان "کہ خدا اور اس کے رسول ہی غالب آیا کرتے ہیں" (قرآن) حق پر چلنے والوں کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ جنگ پٹرول پر قبضہ کرنے دنیا پر اپنی پالیسی ٹھونسنے اور معدنیات و نباتات کی پیداوار قبضے میں کرنے کے لئے نہیں بلکہ حق و انصاف قائم کرنے کی خاطر لڑی گئی تھی۔

اس ہنگامہ کارزار میں شری کرشن جی کی وہ انقلاب خیز شخصیت ابھر کر سامنے آئی جس نے نہ صرف اس مخصوص ماحول کو بلکہ ساری فضا پر مسلط تاریکیوں کو دور کر کے کائنات کو بقعۂ نور بنا دیا۔ خدا تعالیٰ نے میدان جنگ میں کرشن اور ارجن کو استعارہ کے رنگ میں پیش کر کے خدا، نبی اور دنیا کے تعلقات کو مربوط بنانے کے لئے جو پیغام دیا وہ شریمد بھگوت گیتا کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔

گیتا گیان

شری کرشن دیو جی مہاراج کے زمانے میں سارا سماج بت پرستی بت گری۔ چھوا چھات۔ عدم مساوات، نفرت۔ اخلاقی۔ روحانی پاپوں۔ اور گمراہی کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایسے پُر آشوب ماحول میں آپ کی قوت قدسی سے وہی سماج با خدا اور خدا نما انسانوں کی شکل اختیار کر گیا۔

توبہ کی حقیقت:۔ نبی۔ اوتار اور رسول بھولی بھٹکی مخلوق کو خدا تعالیٰ سے ملانے کا درمیانی وسیلہ ([illegible]) ہوا کرتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا کام انسان کو پاپوں کے سمندر سے نکالنا۔ ان کی نفسانی خواہشات (نفس امارہ) کو دبا کر اعلیٰ اخلاق (نفس مطمئنہ) میں تبدیل کرنا اور انہیں خدا نما انسان بنانا ہوتا ہے۔ اس لئے کرشن جی نے اس زمانے کے سماج سے سچی توبہ کی بیعت لی۔ گناہوں پر دلی ندامت کے عملی اظہار کا نام توبہ ہے۔ اور آئندہ زندگی میں استغفار کرتے رہنا لازمی شرط ہے۔

آپ نے اس وقت کے کرم کانڈ میں جکڑے ہوئے چوراسی لاکھ جونوں کے چکر پر ایمان رکھنے والے اور پھر بھی نجات نہ مل سکنے پر مایوس سماج کو خدائے رحیم و غفور کا تصور دلایا۔ فرمایا

I " اے ارجن! تیز آگ سوکھی لکڑیوں کے انبار کو راکھ بنا دیتی ہے ویسے ہی توبہ و گیان کی آگ (تمام برے) کرموں کو راکھ کر دیتی ہے۔ (شریمد بھگوت گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۳۷)

II " اگر فاجرے ہم کند یادِ من نگردد گرفتارِ زندانِ من نیستی

(۱) "ذرا اچاری جو پرتیتا ہو بدچلن
(ب) (نہایت) یکسو ہوکر کرے میرا بھجن"
"کرے وہ تو سادھو ہی اس کے تئیں
سمجھو لو کہ ہے نیک اس کا یقین"
(موکش بھاش بھگوت گیتا صفحہ ۳۹۹
ادھیائے ۹ شلوک ۳۰)

"عقل عامہ سادھارن بدھی
COMMANSENCE یہ فیصلہ کرتی
ہے کہ سچی توبہ کے بعد جبکہ برے اعمال
(کرم) راکھ ہو گئے تو اس انسان
کو ان اعمال کی سزا نہیں ملنی چاہئے
جیسا کہ کلکی پوران باب ۳ ادھیائے
۱ شلوک ۱۹ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے
"راجن! بھگت پرش ہی مکت ہو
جاتا ہے سو مکت پرش کا کس
طرح پھر جنم ہو سکتا ہے؟"

نجات

انسان فطرتاً آسانی اور آسائش
کی طرف مائل رہتا ہے۔ اور فلاح
وبہبود اور نجات چاہتا ہے۔ اسی
لئے اس فطرتی تقاضا کے مدنظر
تمام مذاہب نے نجات پر زور
دیا ہے۔ یوگیراج شری کرشن جی
مہاراج کے زمانے میں ویدوں کے
مطابق حصول نجات کے لئے کرم
کانڈ یگیہ، تپ، دان، کڑی ریاضت
اور بے شمار پیچیدہ رسومات کی ادائیگی
اپنی ذات میں ایک تکلف مالایطاق
بن چکی تھی (بطور مثال مرنے پر
انتم سنسکار کفن دفن کا بوجھ ایک
غریب گھرانہ برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا
اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کے
داہ سنسکار کا پورا خرچہ سرکار نے
برداشت کیا تھا) دوسری طرف
تینتیس کروڑ دیوی دیوتاؤں کی
پوجا ان کی خوشنودی کے حصول کے
لئے مسلسل جیون بھر کوشش کے
علاوہ چوراسی لاکھ جونیوں میں جنم
مرن کے لامتناہی چکر پر ایمان۔
اور پھر بھی دائمی نجات سے محرومی،
ان سب نے سماج کو نہ صرف
قنوطیت و مایوسی کا شکار بنا رکھا
تھا۔ بلکہ رحمٰن اور دیالو خدا کے
تصور اور اس کی ہستی کا منکر بنا
دیا تھا۔ سوامی دیانند جی سرسوتی
نے تو آج کے روشن زمانے میں
بھی۔ دائمی نجات کو "عمر قید"
اور وصل الٰہی کو "سمندر میں ڈوب
مرنا" قرار دیا ہے (ستیارتھ پرکاش
باب ۹ صفحہ ۲۵۹ بار دہم)

(اپریل سنہ ۱۹۳۰ء)
شری کرشن جی نے بدحالی اور
مایوسی کی شکار جنتا کو بلا واسطہ
دائمی نجات کی خوشخبری دی ہے کہ
"اے ارجن! تو اگر کرے گا کھانا،
پینا، ہون کرنا، یگیہ کرنا، دان دینا
اور تپ کرنا سب کچھ میری رضا کی
خاطر ہی ہونا چاہئے۔ ایسا کرنے سے
تو مجھے پالے گا" (شریمد بھگوت گیتا
۹/۲۷، ۲۸) ترجمہ بابو لال چند دھنتا
جنرلسٹ ڈبل گولڈ میڈلسٹ امرتسر
صفحہ ۱۱۰ اور ہندی ترجمہ گیتا پریس
گورکھپور صفحہ ۱۶۱۔

اس شلوک کا ترجمہ دے کر اس پر
بابو بھگوان داس بھارگو نے نوٹ دیا
ہے کہ "جب تم اپنے ہر ایک کام کو میرے
(خدا کے) سپرد (ارپن) کرتے رہو
گے تو جیتے جی کرم بندھن سے خلاصی
(مکتی) پا جاؤ گے۔ اور اس جسم کے
ناش ہونے پر میرے پاس پہنچ جاؤ
گے۔" (بھگوت گیتا صفحہ ۲۶۵)

دراصل نجات ہر ایک انسان کا پیدائشی
حق ہے بھگوت گیتا اور قرآن مجید نے
نجات کو کسی مخصوص طبقے کی اجارہ
داری نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ عورت مرد، ادنیٰ
و اعلیٰ، امیر و غریب حتیٰ کہ پاپیوں کو
بھی نجات کا حقدار ٹھہرایا ہے جیسا کہ
بھگوت گیتا ادھیائے ۹ شلوک
۳۰ تا ۳۲ میں آیا ہے۔

(۱) "اے ارجن! مجھ پرمیشور کا تقویٰ
اختیار کرکے جو آدمی پاپ یونی (نہایت
گنہگار) بھی ہیں۔ چاہے وہ عورتیں،
ویشیا (بنئے) اور شودر (چنڈال،
چوہڑے وغیرہ) ہوں۔ وے سب
بھی پرم گتی (مکتی) کو حاصل کر لیتے ہیں
یہ حقیقت طے شدہ ہے"۔ موکش
گیتا ادھیائے ۹ شلوک نمبر ۳۲ صفحہ ۲۴۸
اور ترجمہ بابو بھگوان داس بھارگو صفحہ ۲۷۲

قرآن مجید میں آتا ہے کہ
"جو کوئی ایمان کے مطابق اعمال بجا
لائے گا۔ چاہے وہ مرد ہو۔ یا عورت۔
وے اور ان کے ہم مشرب لوگ
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی جنت
میں داخل ہوں گے۔ اور انہیں اس میں
بغیر حساب کے انعامات دیئے جائیں گے"
(سورۃ مومن آیت ۴۱)

ردِّ تناسخ

ہندو سماج اور سکھ دھرم کے
ماننے والے۔ جینی اور بودھ آواگمن
میں یقین رکھتے ہیں۔ بھائی نند دھان
ان سب کو ہندو شمار کرتا ہے۔ اور
ہندو قوم شریمد گیتا کو خدائی کلام یقین
کرتی ہے

شریمد بھگوت گیتا ہندو سماج کے
پیش کردہ تناسخ کے خلاف تعلیم دیتی ہے۔
وہ انسان کو دائمی بہشت اور ہمیشہ کی
مکتی عطا کرتی ہے

(۱) "گیان وان عاقل لوگ کرم سے پیدا
ہوئے پھل کو تیاگ کر جنم روپ بندھن
سے چھوٹ جاتے اور اوپدرو رہت
انامی پد (پرسکون دائمی مکتی نجات)
کو حاصل کر لیتے ہیں"۔ گیتا ادھیائے
۲ شلوک ۵۱

(ب) گیانی ہی پنڈت جو ہے بدھمان
نہ دل میں کرم پھل کا رکھ کر نشان
جنم مرن بندھن سے ہوکر رہا
ہے مکتی و آزادی کو پاوتا"
ترجمہ موکش بھاش گیتا صفحہ ۱۳۹۔

اسی شلوک کا ترجمہ مہاتما گاندھی جی
اور منشی شو ناتھ رائے نے درج ذیل
کیا ہے
"یکساں بدھی والے لوگ کرم سے
پیدا ہونے والے پھل کو چھوڑ کر جنم کی
پھانسی سے چھوٹ جاتے ہیں اور
بے داغ حالت و درجۂ نجات کو حاصل
کر لیتے ہیں"۔

کہ سرشار دانش منی یا عمل
کریں سب عمل چھوڑ کر ان کے پھل
دل کی گیتا صفحہ ۴۶؟
جنم کے وہ بندھن سے آزاد ہیں
سرور ابدیا کے دل شاد ہیں
جنم کا بندھن۔ آواگون کا چکر۔ گیتا صفحہ ۹۶

(۱) اے ارجن! جو میرے دویہ جنم
(نورانی پیدائش) اور کرم کو اس
پرکار حقیقتاً (حقیقت میں) جان لیتا
ہے وہ اس جسم کو چھوڑ کر وہ پھر جنم نہیں
لیتا۔ مجھے ہی پراپت ہوتا ہے۔ یعنی
موکش پدوی پاتا ہے"۔

(ب) وہ اس جسم کو چھوڑ بعد از فنا
دوبارہ جنم کو نہیں پاوتا"
موکش بھاش گیتا صفحہ ۲۰۲ گیتا ادھیائے
۴ شلوک ۹

(ج) "جو ارجن سمجھے ان اسرار کو
خدائی جنم اور کردار کو
وہ مر کر میرے وصل سے شاد ہے
تناسخ کے چکر سے آزاد ہے
دل کی گیتا صفحہ ۱۲۱

(۱۱) "جو کوئی خدا کے دھیان میں ہمیشہ
مگن رہتا ہے۔ دل سے خدا کو بھلاتا
نہیں۔ اور نہ ہی کسی غیر اللہ سے
دل لگاتا ہے۔ اور آخر کار خدا کے
ہی دھیان میں اس کا انجام ہو۔ تو
ایسے مرتے ہی اعلیٰ مقام مل جاتا ہے۔
ایسے لوگ تناسخ کے چکر سے
آزاد ہو جاتے ہیں۔ (گیتا ۱۲-۱۳-۸)

(ب) "حلول و تناسخ نہ دورِ حیات
فنا و مصیبت سے پائیں نجات
(دل کی گیتا ادھیائے ۸ شلوک ۱۳
تا ۱۶ صفحہ ۱۷۸، صفحہ ۱۷۹)

(ج) بڑے درجہ کی مکتی پائے ہوئے
پراپت مجھ جو پا سکے ہیں ہے
نہ اس خانۂ درد و تکلیف میں
جو فانی بھی ہے پھر جنم لیتے ہیں
(موکش بھاش گیتا صفحہ ۳۲۵)

"اے ارجن! برہم لوک سمیت
سب لوک دوبارہ جنم دینے والے ہیں
(مگر) اے کونتیہ! ایک مجھ پرمیشور
کو پاکر پھر جنم نہیں ہوتا ہے"
موکش بھاش گیتا ادھیائے ۸
شلوک ۱۶ صفحہ ۳۲۵

گیتا میں خدا کا وعدہ

ویسے تو جملہ اقوام عالم کلجگ اور
آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے
عظیم الشان مصلح ربانی، شہزادہ
امن کی آمد کا بشدت انتظار کر رہی
ہیں۔ لیکن تمام اہل ہنود شری کرشن
جی مہاراج کو ان کا کلجگ میں اوتار
لینے کا وعدہ یاد دلا کر بڑی بے چینی سے
ان سے مبعوث ہونے کی التجا کرتے ہیں۔

(ب) "پنیہ دیش بھارت کی بھومی پاپوں کی تراہ تراہ
ماتر بھومی کی دشا کو پھر شنکھ مٹائے آؤ
ہاتھ جوڑ کر شوخ تمہارا یہی پکار کرتا
گیتا میں جو وچن دیا ہے پورا کر دکھلاؤ"
(اچیتاونی سنہ ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۵)

شریمد بھگوت گیتا میں ضرورت
مامورین۔ زمانہ مامور کا بھیانک نقشہ
مامور من اللہ کے فرائض اور صالح
معاشرہ کی تصویر کا مفصل بیان ہوا
ہے۔ اور ایسے حالات میں انقلاب
آفریں شخصیت کے اوتار لینے کا
وعدہ موجود ہے۔ کہ

ترجمہ:۔ "اے ارجن! جس جس
زمانے میں دھرم کی ہانی ہوتی ہے
بیدھرمی کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس
زمانے میں ہی میں اوتار کو پرکٹ
کرتا ہوں"۔ "سادھو، پارسا لوگوں
کی مدد کے لئے، دشٹوں اور
پاپیوں کے ناش کے لئے، اور
(سہے) دھرم کو قائم اور برقرار رکھنے
کے لئے یگ یگ میں پرکٹ ہوتا
(اوتار لیتا) ہوں"

(موگنو جاش گیتا ادھیائے ۴
شلوک ۷-۸)
شریمد بھگوت گیتا کے دنیا بھر میں جتنے تراجم ہو چکے ہیں۔ سب مترجمین نے اس مقام کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ
"جب دھرم کی گلانی ہوتی ہے۔ تو پرماتما اسکی رکھشا کے لئے کسی مہان پُرش کو ضرور بھیج دیتے ہیں،" (اخبار پرتاپ کرشن نمبر ۱۹۵۰ء) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۶ ادھیائے ۱۰ شلوک ۱۱-۱۲ ادھیائے ۹ شلوک ۱۱-۱۲

شری کرشن دیوجی کا ظہور ہندوؤں میں؟

کلجگ اپنے پورے شباب پر ہے۔ اور ہندو قوم کرشن جی کے مبعوث ہونے کے انتظار میں پورے اضطراب میں ہے۔ کہ "اوتار کی سب سے زیادہ ضرورت آجکل ہے۔ اسلئے بھگوان کرشن! آؤ۔ جنم لو اور دنیا سے ناپاکی کو دور کرو اور دھرم پھیلاؤ"۔ (اخبار تیج دہلی ۱۸ اگست ۱۹۳۱ء)

ہندو قوم کی التجاؤں کے باوجود شری کرشن جی ہندو قوم میں مبعوث نہیں ہوئے کیونکہ "جیووں کی دنیاوی حالت ہر زمانے میں الگ الگ ہوتی ہے۔ اس لئے مقصد کے ایک ہونے پر بھی شری بھگوان کرشن کو ہر زمانے میں ذرائع بدلنے پڑتے ہیں،" (سدرشن سماچار پتر لاہور۔ ۲ نومبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۹)
سو شری کرشن جی کا ظہور ہندوؤں میں نہ ہو کر ایک دوسری قوم میں ہو چکا ہے۔

کلکی اوتار کا اصلی نام

جملہ مذاہب کی کتب میں کلکی اوتار کے نام۔ مقام ظہور اور اس کے کارہائے نمایاں کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے مختلف ناموں کا تذکرہ موجود ہے۔ اسلامی لٹریچر میں ہی دو ہزار احادیث اور اخبار میں امام مہدی کی تفصیلات پائی جاتی ہیں یہود و نصاریٰ اسے "مسیح" ہندو۔ کرشن۔ سکھ "مرد کا چیلا" بدھ دھرم والے میتریہ۔
اور مسلمان اسے مسیح موعود و مہدی معہود کے نام سے پکاریں گے لیکن یہ تمام نام ایک ہی شخصیت کے ہونگے۔
آ ہندو کتب کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکی اوتار کا اصلی نام احمد ہوگا۔ کلکی پوران کا

مضمون ہی کلجگ اور شری کرشن جی کے اوتار لینے پر مشتمل ہے۔ اس میں لکھا ہے۔
"کلکی بھگوان اون میں اور باغیچوں کو دیکھ کر جو شہر کے قریب تھے۔ دل میں بہت خوش ہوئے۔ احمد نے عزت اور محبت سے کہا۔ اے طوطے اس جگہ ہم اشنان کریں گے"
کلکی پوران باب ۲ ادھیائے ۱ شلوک ۴۷-۴۸ ترجمہ پنڈت ہردیال شرما المشتہر و پنڈت ایشری پرساد منیجر اخبار بھارت باسی۔ صدر میرٹھ ۱۸۹۸ء۔

۲۔ वदाहमत पुरुष
महान्तमां देत्य वर्णं
तमस: प्रस्तात् पनाय"

احمد تمام علوم کا سرچشمہ اور عظیم ترین شخصیت ہے۔ یہ روشن سورج کی مانند اندھیروں کو دور بھگانے والا ہے۔
(یجروید ۳۱ - ۱۸)

۳۔ अहमिद्धि पितुष्परि
मेधामृतस्य जग्रभ । अहं
सूर्य इवाजनि ॥
اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۱۵ منتر ۱
احمد نے اپنے (روحانی) پتا سے پُرحکمت (قانون) شریعت کو پوری طرح حاصل کیا۔ کہ میں اس سے سورج کی مثل ہو رہا ہوں"
۴۔ علاوہ ازیں احمد کا نام رگوید میں ۳ بار۔ سام وید میں ۲ بار گویا چاروں ویدوں میں آیا ہے
"کلکی اوتار کا جنم ہو چکا ہے"۔ یہ بات تمام اقوام میں مسلم ہے کہ کلجگ میں دھرم، کرم برباد ہو جائیں گے......... حتیٰ کہ وید و مذہبی کتب پڑھے برہمن (علماء دین) بھی الٹے (برے) راستے پر چلیں گے۔
विप्रा कुमार्गे गत:
چیتاونی صفحہ ۵۸ ۱۹۴۲ء
ایسے برے زمانے میں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح نہ آئے تو یہ خدا پہ الزام ہوگا۔ سو ہندو ودوانوں نے تحدی سے کہا ہے کہ
۱ — "پورن برھم باسدیو بھگوان کرشن نے ہی کلکی روپ میں جنم لیا ہے۔ آپ کا شبھ جنم برہمن خاندان میں مہاتما پنڈت وشنو یش جی

کے گھر میں سومتی جی کے بطن سے سنبھل گاؤں میں ہوا ہے" (چیتاونی ۱۹۴۲ء صفحہ ۵۹ و ۶۰ گڑھ گانواں پنجاب)
آ "لکشمی پتی پرم دیالو بھگوان نے برہما جی کی منت سے دھرم کو رائج کرنے کی خواہش کے لئے سنبھل میں بشنویش برہمن کے یہاں اوتار لیا ہے" (کلکی پوران۔ باب ۲ ادھیائے ۱ شلوک ۲۲ صفحہ ۴۵)
ہندو دھرم گرنتھوں میں بڑی عجیب اور نرالی بات یہ بھی لکھی ہے۔ کہ
"آخری اوتار شری کلکی جی ہیں ...... شری کلکی جی اکلی چترنگی کی مریادا باندھیں گے ..... نیا سمت چلے گا۔"
(بحوالہ چیتاونی صفحہ ۱۰۹)

کلکی اوتار احمد کا ظہور

"وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات"
خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کرشن جی مہاراج کے بروزان کے اوصاف حمیدہ سے متصف حضرت کرشن قادیانی علیہ السلام کو ضرورت زمانہ کے عین مطابق مبعوث فرمایا۔ اور انہوں نے تمام اقوام سے کہا کہ
۱۔ "جیسا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں ...... میں ان تمام گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں، جو ہندو مذہب کے اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں۔ لیکچر سیالکوٹ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء
۲۔ "مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)
کتنی حیرت انگیز بات ہے۔ کہ ہندو

گرنتھوں نے کلکی اوتار کو اس چترنگی کو آخری اوتار کہا ہے۔ تو کرشن قادیانی علیہ السلام نے اپنے آپ کو نجات کی آخری راہ اور پرماتما کا آخری نور قرار دیا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ کلکی اوتار کے ظہور پر نیا سمت جاری ہوگا۔ دنیا کے سمت میں ہجری شمسی سن کا جماعت احمدیہ کی طرف سے اضافہ ہوا ہے۔ اس کیلنڈر کو اکثر عرب ریاستیں اپنا چکی ہیں۔
شری کرشن جی اوّل نے گیتا کا نچوڑ اور اپنا آخری فیصلہ یہی دیا ہے۔ کہ زمانے کے مصلح اوتار پہ ایمان لانا اسکی صحبت میں آنا۔ اور یہ کہ جب امام الزمان کا ظہور ہو جائے تو وہی حکم و عدل ہوتا ہے۔ اس کی موجودگی میں قسم قسم کے دھرموں کی الگ سے پیروی کی ضرورت نہیں رہتی۔
(گیتا ادھیائے ۱۸ شلوک ۶۶)
اے بھائیو! خدا تعالےٰ کی رحمت نے ہندوستان کی بھومی کو پوتر بنانے، عظمت و بزرگی دینے اور اہل بھارت کو اقوام عالم کا سرتاج بنانے کے لئے اپنا آخری نور نازل فرمایا ہے۔
ایسا نہ ہو۔ کہ "دریودھن اور اس کے ساتھیوں حامیوں اور اس کی خاطر جنگ کرنے والوں کی طرح آپ بھی بروز کرشن جی کو نہ پہچان سکیں
(پرتاپ ۳۰ اگست ۱۹۶۲ء)
بلکہ اس نور میں چلو۔ اور اس پانی سے لازوال روحانی زندگی پاؤ۔ جو سرزمین ہند میں موجود ہے۔
سہ تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مرتبہ

میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو گئی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو
دنیا میں لایا (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۸)

(۱) "دُراچاری جو پرش ہو بد چلن
(ن) جو مجھے یکسو دل ہو کے میرا بھجن"
(ل) "کرے وہ تو سادھو ہی اس کو تو
سمجھو لو کہ ہے نیک اس کا یقین"
(موکش بھاشیہ بھگوت گیتا صفحہ ۳۹۹
ادھیائے ۹ شلوک ۳۰)

"عقل عامہ سادھارن بدھی COMMANSENCE یہ فیصلہ کرتی ہے کہ سچی توبہ کے بعد جبکہ برے اعمال (کرم) راکھ ہو گئے تو اس انسان کو ان اعمال کی سزا نہیں ملنی چاہیئے جیسا کہ کلکی پوران باب ۳ ادھیائے ۱۱ شلوک ۱۹ صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے "راجن! بھگت پرش ہو مکت ہو جاتا ہے۔ سو مکت پرش کا کس طرح پھر جنم ہو سکتا ہے؟"

نجات

انسان فطرتاً آسانی اور آسائش کی طرف مائل رہتا ہے۔ اور فلاح وبہبود اور نجات چاہتا ہے۔ اسی لئے اس فطرتی تقاضا کے مدنظر تمام مذاہب نے نجات پر زور دیا ہے۔ یوگیراج شری کرشن جی مہاراج کے زمانے میں ویدوں کے مطابق حصول نجات کے لئے کرم کانڈ یگیہ تپ۔ دان کڑی ریاضت اور بے شمار پیچیدہ رسومات کی ادائیگی اپنی ذات میں ایک تکلف، مالا یطاق بن چکی تھی (بطور مثال) مرنے پر انتم سنسکار کفن دفن کا بوجھ ایک غریب گھرانہ برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کے داہ سنسکار کا پورا خرچہ سرکار نے برداشت کیا تھا) دوسری طرف تینتیس کروڑ دیوی دیوتاؤں کی پوجا ان کی خوشنودی کے حصول کے لئے مسلسل جیون بھر کوشش کے علاوہ چوراسی لاکھ جونوں میں جنم مرن کے لامتناہی چکر پر ایمان۔ اور پھر بھی دائمی نجات سے محرومی، ان سب نے سماج کو نہ صرف قنوطیت و مایوسی کا شکار بنا رکھا تھا۔ بلکہ رحمن اور دیالو خدا کے تصور اور اس کی ہستی کا منکر بنا دیا تھا۔ سوامی دیانند جی سرسوتی نے تو آج کے روشن زمانے میں بھی۔ دائمی نجات کو "عمر قید" اور وصل الٰہی کو "سمندر میں ڈوب مرنا" قرار دیا ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۹ صفحہ ۲۵۹ بار دہم

اپریل ۱۹۳۰ء)

شری کرشن جی نے کاہلی اور مایوسی کی شکار جنتا کو بلا واسطہ دائمی نجات کی خوشخبری دی ہے کہ

(۱) "ہے ارجن! تو اکرم کرنا، کھانا، پینا، ہون کرنا، یگیہ کرنا، دان دینا اور تپ کرنا سب کچھ میری رضا کی خاطر ہی ہونا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے تو مجھے پالیگا" (شریمد بھگوت گیتا ۹/۲۷، ۲۸) ترجمہ بابو لال چند دھنیا جنرل سیکرٹری ڈبل گولڈ بینڈ اسٹیٹ امرتسر صفحہ ۱۱ اور ہندی ترجمہ گیتا پریس گورکھپور صفحہ ۱۶۱۔

اس شلوک کا ترجمہ دے کر اس پر بابو بھگوان داس بھارگو نے نوٹ دیا ہے کہ "جب تم اپنے ہر ایک کام کو میرے (خدا کے) سپرد (ارپن) کرتے رہو گے تو جیتے جی کرم بندھن سے خلاصی (مکتی) پا جاؤ گے۔ اور اس جسم کے ناش ہونے پر میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔" بھگوت گیتا صفحہ ۲۶۷)

دراصل نجات ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے بھگوت گیتا اور قرآن مجید نے نجات کو کسی مخصوص طبقے کی اجارہ داری نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ عورت مرد ادنیٰ و اعلیٰ امیر و غریب حتیٰ کہ پاپیوں کو بھی نجات کا حقدار ٹھہرایا ہے جیسا کہ بھگوت گیتا ادھیائے ۹ شلوک ۳۰ تا ۳۲ میں آیا ہے۔

(۱) "اے ارجن! مجھ پرمیشور کا آسرا اختیار کرکے جو آدمی پاپ یونی (نہایت گنہگار) بھی ہیں۔ چاہے وہ عورتیں، ویشیہ، کنجیاں اور شودر (چنڈال، چوہڑے وغیرہ) ہوں۔ وے سب بھی پرم گتی (مکتی) کو حاصل کر لیتے ہیں یہ حقیقت نے رشدہ ہے"۔ موکشو گیتا ادھیائے ۹ شلوک نمبر ۳۲ صفحہ ۳۹۶ اور ترجمہ بابو بھگوان داس بھارگو صفحہ ۲۶۶

قرآن مجید میں آتا ہے کہ

"جو کوئی ایمان کے مطابق اعمال بجا لائیگا۔ چاہے وہ مرد ہو۔ یا عورت۔ وے اور ان کے ہم مشرب لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی جنت میں داخل ہونگے۔ اور انہیں اس میں بغیر حساب کے انعامات دیئے جائیں گے" (سورۃ مومن آیت ۴۱)

ردِّ تناسخ

ہندو سماج اور سکھ دھرم کے ماننے والے۔ جینی اور بودھ آواگمن میں یقین رکھتے ہیں۔ بھارتیہ دھان ان سب کو ہندو شمار کرتا ہے۔ اور ہندو قوم شریمد گیتا کو خدائی کلام یقین کرتی ہے

شریمد بھگوت گیتا ہندو سماج کے پیش کردہ تناسخ کے خلاف تعلیم دیتی ہے۔ وہ انسانوں کو دائمی بہشت اور ہمیشہ کی مکتی عطا کرتی ہے

(۱) "گیان وان عاقل لوگ کرم سے پیدا ہوئے پھل کو تیاگ کر جنم روپ بندھن سے چھوٹ جاتے اور اوپدرو رہت اناما پد (پرسکون دائمی مکتی نجات) کو حاصل کر لیتے ہیں"۔ گیتا ادھیائے ۲ شلوک ۵۱

(ب) گیانی ہی پنڈت جو ہے بدھیمان
نہ دل میں کرم پھل کا رکھ کر نشان
جنم مرن بندھن سے ہو کر رہا
ہے مکتی و آزادی کو پاوتا"
ترجمہ موکش بھاشیہ گیتا صفحہ ۱۳۹۔

اسی شلوک کا ترجمہ مہاتما گاندھی جی اور منشی شوناتھ رائے نے درج ذیل کیا ہے

"یکساں بدھی والے لوگ کرم سے پیدا ہونے والے پھل کو چھوڑ کر جنم کی پھانسی سے چھوٹ جاتے ہیں اور بے داغ حالت درجۂ نجات کو حاصل کر لیتے ہیں"۔

"وہ سرشار دانش منی یا عمل
کریں سب عمل چھوڑ کر ان کے پھل
دل کی گیتا صفحہ ۳۴؟

جنم کے وہ بندھن سے آزاد ہیں
سرور ابد پا کے دل شاد ہیں
جنم کا بندھن۔ آواگون کا چکر گیتا ۸/۹

(۱) اے ارجن! جو میرے دویہ جنم (نورانی پیدائش) اور کرم کو اس پرکار حقیقتاً (حقیقت میں) جان لیتا ہے سو اس جسم کو چھوڑ کر وہ پھر جنم نہیں لیتا۔ مجھے ہی پراپت ہوتا ہے۔ یعنی موکش پد کو پاتا ہے"۔

(ب) وہ اس جسم کو چھوڑ کر بعد از فنا
دوبارہ جنم کو نہیں پاوتا"
موکش بھاشیہ گیتا صفحہ ۲۰۲ گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۹

(ب) "جو ارجن سمجھے ان اسرار کو
خدائی جنم اور کردار کو
وہ مر کر میرے وصل سے شاد ہے
تناسخ کے چکر سے آزاد ہے
دل کی گیتا صفحہ ۱۲۱

(۱۱) "جو کوئی خدا کے دھیان میں ہمیشہ مگن رہتا ہے۔ دل سے خدا کو بھلاتا نہیں۔ اور نہ ہی کسی غیر اللہ سے دل لگاتا ہے۔ اور آخر کار خدا کے ہی دھیان میں اس کا انجام ہوتا تو ایسے مرتے ہی اعلیٰ مقام مل جاتا ہے۔ ایسے لوگ تناسخ کے چکر سے آزاد ہو جاتے ہیں" (گیتا ۸/۱۲-۱۴-۸)

(ب) "حلول، تناسخ نہ دور حیات
فنا، مصیبت سے پائیں نجات
(دل کی گیتا ادھیائے ۸ شلوک ۱۴
تا ۱۶ صفحہ ۱۷۸، صفحہ ۱۷۹)

(ب) بڑے درجہ کی مکتی پائے ہوئے
پراپت مجھے جو پا سکے ہیں وے
نہ اس خانۂ درد و تکلیف میں
جو فانی بھی ہے پھر جنم لیتے ہیں
(موکش بھاشیہ گیتا صفحہ ۳۲۵

"اے ارجن! برہم لوک سمیت سب لوک دوبارہ جنم دینے والے ہیں (مگر) اے کونتیہ! ایک مجھ پرمیشور کو پا کر پھر جنم نہیں ہوتا ہے" موکش بھاشیہ گیتا ادھیائے ۸ شلوک ۱۶ صفحہ ۳۲۵

گیتا میں خدا کا وعدہ

ویسے تو جملہ اقوام عالم بالعموم اور آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے عظیم الشان مصلح ربانی شہزادہ امن کی آمد کا بشدت انتظار کر رہی ہیں۔ لیکن تمام اہل ہنود شری کرشن جی مہاراج کو ان کا کلجگ میں اوتار لینے کا وعدہ یاد دلا کر بڑی بے چینی سے ان سے مبعوث ہونے کی التجا کرتے ہیں۔

(۱) "چنیہ دیش بھارت کی بھومی پالو کرتا ہے جو ماتر بھومی کی دیوتا کو پھر شنکھ بجانے آؤ ہاتھ جوڑ کر شری کرشن تمہاری ہی پرتھنا کرتا گیتا میں جو وچن دیا ہے پورا کر دکھلاؤ (ہیتاوتی ۱۹۴۲ء صفحہ اردو)

شریمد بھگوت گیتا میں ضرورت مامورین۔ زمانہ مامور کی پہچان۔ نقشہ مامور من اللہ کے فرائض اور صالح معاشرہ کی تصویر کا مفصل بیان ہوا ہے۔ اور ایسے حالات میں انقلاب آفرین شخصیت کے اوتار لینے کا وعدہ موجود ہے۔ کہ

ترجمہ۔ "اے ارجن! جس جس زمانے میں دھرم کی ہانی ہوتی ہے بیدینی کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس زمانے میں ہی میں اوتار کو پرکٹ کرتا ہوں"۔ "سادھو۔ پارساؤں کی مدد کے لئے، دشٹوں اور پاپیوں کے ناش کے لئے (اور پیچھے) دھرم کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے ہر یگ میں پرکٹ ہوتا (اوتار لیتا) ہوں

اُذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

محترم سیّد عاشق حسین صاحب

دنیا میں چند ہی افراد ایسے ہوتے ہیں جو اپنی حیات میں انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن انجمن کے پُربہار گلشن سے فضائیں معطر اور پژمردہ روحوں کو مشامِ جان عطا ہوتی ہے۔ جو ایک عظیم تاریخ کا باب بن جاتے ہیں۔ جو اپنے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملتے ہیں۔ طویل زین دَور تک یاد کئے جاتے ہیں۔ یہی وہ مومن ہیں جن کو قرآن مجید بشارت دے رہا ہے اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ ۲۰)

میرے خسر محترم سیّد عاشق حسین صاحب یقیناً ایسے ہی مجاہد تھے۔ جنہوں نے زندگی کا مقصد رضائے الٰہی بنایا اور ہر لحہ دینِ اسلام کی ترقی و غلبہ کے لئے مجاہدہ و عبادت بجا لاتے رہے آخر کار ۷ راکتوبر ۱۹۹۱ء بروز پیر صبح صادق جب فضاؤں میں اذان کی آواز محیط ہونے لگی تو خدائے اکبر و برتر نے اپنے پیارے بندے کی رُوح اپنے پاس بُلالی۔ اور اس طرح وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں ایران سے حضرت شاہ عمر رحمۃ اللہ علیہ بغرض تبلیغِ اسلام ہندوستان تشریف لائے۔ محترم سیّد عاشق حسین صاحب مرحوم ان کی چھٹی نسل تھے۔

آپ بباعث علالت زیادہ تعلیم نہ حاصل کر سکے۔ مڈل پاس تھے۔ اپنے گاؤں خانپور ملکی و قصبہ تاراپور ضلع مونگیر میں نہایت عزت و وقار کی نظر سے آپ کے خاندان کو دیکھا جاتا تھا۔ آپ ایک دولتمند زمیندار تھے۔ لیکن طبیعت میں کہیں فخر و فوقیت کا جذبہ نہ تھا۔ جب آپ کے رشتے کے خالو محترم حافظ فضل کریم صاحب آف مونگیر مرحوم نے آپ کو احمدیت کا پیغام سُنایا آپ نے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی۔ ۱۹۳۶ء کی بات ہے جب محترم عاشق حسین صاحب مرحوم شدید علیل ہو گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ کا آخری وقت آگیا ہے، نیم نزع کی حالت تھی۔ آپ نے محترم فضل کریم صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ حشر میں گواہ رہیئے گا کہ مَیں نے وقت کے امام کو مان لیا اور احمدیت حقیقی اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نئی حیات اپنے فضل سے عطا کی۔ جو احمدیت کے نُور سے سرشار رہتی۔ جس نے مختلف محاذات میں احمدیت کی صداقت و برکتوں کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُنیاوی اعتبار سے انگریزوں کے دَورمیں مونگیر کی ضلع عدالت کا اعزازی جیوری (R.Y.ت) کا ممبر بنایا۔ کافی عرصہ تک اس اعزاز پر فائز رہے۔ مختلف سماجی تنظیموں میں نمایاں کام انجام دیتے رہے۔ محکمہ ٹیکس کی وصولی کے لئے بھی آپ کو اعزازی طور سے مقرر کیا گیا تھا۔ آپ کے والدگرامی محترم خدا ناظر حسین صاحب مرحوم اپنے علاقے میں ”سرکار“ کے نام سے مقبول تھے۔ گو وہ احمدی نہیں تھے لیکن کبھی اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اپنے بیٹے سیّد عاشق حسین صاحب کو اپنے احمدی ہمزلف مکرم حافظ سیّد فضل کریم صاحب کی زیر تربیت رکھا۔ اسی طرح مسجد احمدیہ بھاگلپور کی تعمیر کے موقعہ پر محترم ناظر حسین صاحب مرحوم نے مالی معاونت فرمائی۔ محترم سیّد عاشق حسین صاحب صوم و صلوٰۃ کے نہایت درجہ پابند بے حد عبادت گذار تھے۔ تسبیح و تحمید کے لئے کافی وقت وقف رہتا تھا۔ نمازِ تہجد اکثر و بیشتر کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی یہ سلسلہ تہجد سے فجر تک چلتا رہتا۔ قرآن مجید کی تلاوت بڑے درد و الحاح سے کرتے تھے۔ صبح کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کو دِل کی گہرائی سے حرزِ جان بنالیا تھا۔ گھنٹوں نمناک آنکھوں سے عارفانہ کلام کا ورد رہتا۔ سلسلے کے بزرگوں سے لے کر عام کارکن کی عزت و تعظیم اور تواضع و خیال دل و جان سے فرمایا کرتے۔ آپ کی نیکی و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو القائے الٰہی کے شرف سے نوازا۔ ایک مرتبہ آپ عالم خواب میں تھے کہ آپ نے دیکھا کہ خدائی آواز انذار و تبشیر کر رہی ہے کہ ”دیکھو مسجد بنا بڑی سلامتی ہوگی۔ بڑی برکت ہوگی یہ خدا کی آواز ہے۔“ چنانچہ حکم الٰہی کی بجا آوری کر دی اور اللہ نے محض اپنے فضل سے خانپور ملکی میں احمدیوں کو مسجد عطا کر دی۔

۱۹۴۶ء کے فسادات میں آپ کو ملوث کرنے کی غرض سے چند روز گرفتار رکھا گیا۔ اس گرفتاری کی خبر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو آپؓ نے خطبہ جمعہ کے دوران اعلان دُعا کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے ایک خادم کو ناحق گرفتار کیا گیا ہے ان کی باعزت رہائی کی دُعا کی جائے۔ الحمد للہ پیارے امام ہمامؓ کی دعاؤں کے طفیل ”عاشق بابو“ کو باعزت رہائی ملی اور دشمنوں کے ہاتھ یاس و مایوسی آئی۔

محترم سیّد عاشق حسین صاحب نہایت با اصول اور وضعدار انسان تھے۔ خرید و فروخت شام یا رات کو نہیں کرتے تھے ہمیشہ غروب آفتاب سے پہلے اپنے تمام کام سرانجام دیتے۔ گھر کے صحن میں کرسی ڈال کر صبح و شام بیٹھا کرتے۔ اس درمیان اگر کوئی سائل آجاتا تو اس کی حاجت پوری کرتے یہاں تک کہ کُتّے۔ چڑیاں۔ کوّے وغیرہ آتے ان کے لئے بھی کھانا و دانہ دیکھتے اس طرح ثواب کمایا کرتے۔

آپ ایک عرصہ تک خانپور ملکی کے صدرِ جماعت کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور نہایت احسن رنگ میں اپنی ذمہ داریوں کو بروئے کار لائے۔ اپنے گاؤں کی غیر احمدیوں کی مسجد کی مجلس عاملہ کے ممبر بھی رہے۔ جب مجلس میں آتے تو مومنانہ شان نمایاں ہوتی۔ ہر رکن ”بابو“ کہہ کر عزت سے مخاطب ہوتا تھا۔

موتیابند کی وجہ سے بینائی کمزور ہونے لگی تب بھی اخبار بدر کا شدت سے انتظار فرماتے اور جب آجاتا تو اپنے بیٹوں سے یا مجھ سے کہتے کہ اخبار پڑھ کر سنائیں۔ سب سے پہلے امیر المومنین کی صحت و عافیت کی خبر سنتے اور خطبہ سماعت فرماتے۔ جوش و حمیتِ دینی سے چہرہ تمتما اُٹھتا ساتھ رقت کی آمیزش بھی ہوتی جو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی سعادت عطا کی۔ تحریکِ جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین اوّل کی فہرست میں آپ کا نام ہے۔ چندوں کی ادائیگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آپ کا ذکر خیر تاریخ احمدیت جلد چہاردہم و حصہ دہم میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔

آپ نے اپنے پیچھے متعدد پوتے پوتیوں۔ نواسے نواسیوں پر مشتمل وسیع خاندان چھوڑا ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کے علاوہ نو بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ سب اللہ کے فضل سے اعلیٰ تعلیم یافتہ برسرروزگار اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں الحمد للہ۔ وفات کے وقت اللہ کے فضل سے سبھی بیٹے۔ بہوئیں اور بیٹی موجود رہے۔ بڑی بیٹی و داماد کینیڈا میں ہیں جو اس موقعہ پر نہیں آسکے۔ بزرگانِ کرام اور احباب سے درخواست ہے کہ وہ دردِ دل سے مرحوم کی بلندیٔ درجات اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق ملنے کے لئے دُعا کریں۔

خاکسار:- سیٹھ داؤد احمد بھٹی۔ لکھنؤ۔

مکرم سیّد ابوبکر صاحب مرحوم آف سونگڑہ

آپ کے والد صاحب کا نام سید محمد ہاشم اور دادا کا نام سید عبدالرحمٰن حیدرآبادی ہے۔ خلافتِ ثانیہ کے دورِ سعادت میں آپ کو اپنے والد صاحب کے ہمراہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ باپ بیٹے کا اس علاقہ میں اعلانِ احمدیت کرنا ہی تھا کہ مخالفت کی دنیا میں ایک زبردست بھونچال آیا۔ طاغوتی قوتیں اپنے تمام تر ناپاک عزائم کے ساتھ رقص کرنے لگیں کہ کسی طرح باپ بیٹے دونوں کو احمدیت سے منحرف کرالیں۔ ان حالات میں مرحوم کے والد صاحب کے قدم ڈگمگا گئے اور انہوں نے احمدیت سے باقاعدہ علیحدگی کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر سیّد ابوبکر صاحب اپنی غیر متزلزل ایمانی حالت پر قائم رہے۔ اور خوفناک قسم کی مخالفت کا خوب فراست اور زندہ دلی کے ساتھ مقابلہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بازیابی بھی عطا کی۔ قبولِ احمدیت کے وقت مرحوم کی عمر ۱۴ سال سے متجاوز نہ تھی۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ نے جناب عبدالحلیم خان صاحب کے ذریعہ بیعت کی۔ مرحوم نے جب اسکول ٹیچر کی حیثیت سے گورنمنٹ ملازمت اختیار کی تو مخالفینِ احمدیت نے اپنی پوری کوشش کر کے انہیں ملازمت سے برخاست کروا دیا۔ ایسی حالت میں بھی اُس سپوتِ احمدیت، عاشقِ اسلام نے حق و صداقت کے دامن کو نہ چھوڑا اور صبر سے کام لیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں سروس عطا کر دی۔ مرحوم اپنی وفات تک اسی شعبہ سے متعلق رہے۔ سب انسپکٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ موصوف کو جب محض احمدیت کی وجہ سے ٹیچر کی نوکری سے برخاست کیا گیا تو کچھ عرصہ انہوں نے مزدوری بھی کی مگر احمدیت پر ڈٹے رہے اور تبلیغ بھی کرتے رہے۔ جب ان کے والد صاحب مخالفت کی تاب نہ لاکر احمدیت سے تائب ہو گئے تب ملّا مولوی اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح سیّد ابوبکر کو بھی احمدیت سے ہٹائیں۔ ایک بار ان کے والد صاحب اور پھوپھا صاحب زبردستی ان کو لے کر بدنام زمانہ مولوی مفتوح مناظر یادگیر کے پاس بھی گئے۔ مگر خدا کے دستِ شفقت نے اس رُوح کو ان کے بہکاوے میں نہ آنے دیا۔

آپ اچانک بیمار ہوئے صرف چند ایک ساعت کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی وفات ۲۶ راپریل ۹۲ء صبح ساڑھے نو بجے ہوئی۔ چونکہ آپ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ملازم تھے اس لئے پورے اعزاز و تکریم کے ساتھ آپ کی نعش کو گورنمنٹ کی انتظامیہ کے تحت پولیس گاڑی میں ہی کٹک سے سونگڑہ لایا گیا اور پولیس کی روایات کے مطابق سلامی دی گئی۔ مرحوم کے جنازہ میں غیر معمولی طور پر کافی احباب شامل ہوئے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ کے علاوہ چار بچے چھوڑے ہیں۔ بڑا لڑکا سروس کے لئے کوشاں ہے اور مجلس خدام الاحمدیہ سونگڑہ میں بطور ناظم تعلیم و تربیت کام کر رہا ہے۔ احباب دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ سب بچوں کو کامیابی دے اور نیک ماں باپ کے نیک نمونہ پر چلنے نیز اپنے والد مرحوم کی طرح احمدیت سے متعلق حد درجہ عقیدت و اراد تمندی کے ساتھ خدمت کی توفیق دے۔ مرحوم کا ٹھکانہ جنتِ ماویٰ میں ہو اور مرحوم کے جملہ لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار سیّد انوار الدین احمد ایم۔ اے۔ بی ایڈ۔
قائد مجلس خدام الاحمدیہ سونگڑہ (اڑیسہ)

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت

مجلس انصار اللہ بھارت کا تیرھواں ۱۳ سالانہ اجتماع مورخہ ۱۴ اور ۱۵ اخاء (اکتوبر) ۱۳۷۱ ہش ۱۹۹۲ء کی تاریخوں میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اجتماع سے متعلق ہدایات پر مشتمل سرکلر تمام مجالس کو بھجوایا جارہا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "مجالس کی سو فیصد نمائندگی ہونی چاہیئے"۔ ناظمین علاقہ اور زعماء کرام سے گذارش ہے کہ اپنی مجالس کے نمائندگان کو ابھی سے اجتماع میں شمولیت کے لئے تیار کریں۔ اور دفتر انصار اللہ بھارت۔ قادیان کو نمائندگان کی آمد سے متعلق اطلاع دیں۔

صدر مجلس انصار اللہ بھارت۔ قادیان۔

دورہ انسپکٹران نظارت بیت المال آمد

جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے لئے تحریر ہے کہ نظارت بیت المال آمد قادیان کے انسپکٹران درج ذیل پروگرام کے مطابق وصولی چندہ جات و پڑتال حسابات کے سلسلہ میں دورہ کر رہے ہیں۔ جملہ مبلغین کرام و معلمین و امراء اور صدر صاحبان نیز سیکرٹریان مال سے گذارش ہے کہ نظارت ہذا کے انسپکٹران کے ساتھ کماحقہ تعاون دیکر ممنون فرمائیں۔ جماعتوں میں انسپکٹران کی رسیدگی کی اطلاع ساتھ کے ساتھ دی جایا کرے گی۔

ناظر بیت المال آمد۔ قادیان

(۱)۔ مکرم سید نصیر الدین صاحب } مہاراشٹر۔ آندھرا۔ اڑیسہ۔ بنگال۔ مورخہ ۲/۹/۹۲ تا مورخہ ۱۳/۱۲/۹۲

(۲)۔ مکرم محمد طاہر احمد صاحب } دہلی۔ تامل ناڈو۔ کیرلہ۔ کرناٹک۔ مورخہ ۲/۹/۹۲ تا مورخہ ۱۶/۱۲/۹۲

(۳)۔ مکرم ملک محمد مقبول صاحب۔ یو۔پی۔ راجستھان۔ مورخہ ۲۶/۸/۹۲ تا ۲۲/۱۰/۹۲

(۴)۔ مکرم مبارک احمد صاحب چیمہ۔ بہار۔ مورخہ ۳-۹-۹۲ تا ۲-۱۰-۹۲

QURESHI ASSOCIATES
MANUFACTURERS, EXPORTERS, IMPORTERS
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP.
OF 100% PURE LEATHER, SILK WITH SEQUENCES
AND SOLID BRASS NOVELTIES / GIFT ITEMS ETC.
MAILING ADDRESS } 4378/4 B. MURARI LAL LANE ANSARI ROAD, NEW DELHI-110002 (INDIA)
PHONES:- 011-3263992, 011-3262643.
FAX:- 91-11-3755121 SHELKA NEW DELHI

ارشاد نبوی
اَرْشِدُوْا اَخَاکُمْ
(اپنے بھائی کو ہدایت کرو)
—(منجانب)—
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالب دعا:
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ مینگولین کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
(پیکنگ)
بانی پولیمرز کلکتہ ۷۰۰۰۴۶
فون نمبرز:-
43-4028-5137-5206

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز!
الرّحیم
جیولرز
پروپرائیٹرز: سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ: خورشید کلاتھ مارکیٹ جیدری نارتھ ناظم آباد کراچی۔ فون: ۶۲۹۴۴۳

WANTED REPORTERS, AGENTS FOR NATIONAL HINDI WEEKLY "GHULAMI KI BERHIYAN"
MATTERS BY WRITERS CORDIALLY ENVALID ON NATIONAL, INTERNATIONAL, CURRENT PROBLEMS DIFFERENT TOPICS PROVISION OF TRANSLATION WILL BE AVAILABLE.
WILLING PERSONS MAY CONTACT.
ADDRESS:- Mohammad Mustaqim,
G-4/B. 18 BANGLA
ITARSI
PIN. 461111 (M.P.)

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان
پروپرائیٹرز: حنیف احمد کامران، حاجی شریف احمد
PHONE:- 04524-649.

بہترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ترمذی)
C.K. ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM-679339. (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

SUPER INTERNATIONAL
PHONES:- OFF.:- 6378622 RESI.:- 6233389
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6 TARUN BHARAT CO-OP. SOCEITY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD.
(ANDHERI EAST) BOMBAY-400099

NIR
"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)
پیش کرتے ہیں:
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!
Starline
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA-700015.